بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر علی محسن صدیقی ☆

شبِ ظلمت

﴿عرب قبل از اسلام﴾

(۱) جغرافیائی حالات:

جزیرہ نمائے عرب (۱) غیر آباد، بے آب و گیاہ، خشک، شور اور ریگستان ہے، تمام ملک میں پہاڑوں کا جال بچھا ہوا ہے، سب سے طویل سلسلہ کوہ جبل سراۃ ہے جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک چلا گیا ہے، جا بجا بڑے بڑے صحرا ہیں، پورے ملک میں کوئی دریا نہیں البتہ پہاڑی چشمے، وادیوں کا پانی اور کنوؤں کا وجود ہے، ان پہاڑی چشموں کے طفیل دامنِ کوہ اور وادیاں سرسبز رہتی ہیں، کبھی کبھی یہ چشمے پھیل کر مصنوعی جھیلوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو آگے چل کر ریگستان میں جذب ہو جاتی ہیں، آب و ہوا کے لحاظ سے پورا ملک گرم ہے، میدانوں میں باد سموم چلتی ہے، ریگ کا طوفان ہوا کے دوش پر اڑتا رہتا ہے اور آبادی کی آبادی ریت کے ڈھیر تلے دب جاتی ہے، سردیوں میں کسی قدر بارش ہو جاتی ہے جس سے کچھ گھاس آگ آتی ہے، ان گھاس کے میدانوں کو بدو چراگاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس موسم میں پانی راتوں کو برف بن جاتا ہے، وہ مقامات جو ساحل سمندر کے قریب ہیں عموماً سرسبز ہیں۔ (۲)

آب و ہوا کے فرق سے پورے ملک کی آبادی دو قسم کی ہے، ایک تو بدوی جو عرب کا خاص مزاج ہے، یہ خانہ بدوش قبائل چراگاہ اور پانی کی تلاش میں اپنے اثاث البیت کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام کا چکر لگاتے رہتے تھے، آبادی کا دوسرا حصہ وہ تھا جو مستقل آبادیوں میں رہتا تھا اور جسے حضری کہتے تھے، عموماً ایسی مستقل آبادیاں یمن میں تھیں، حجاز میں مکہ، یثرب، طائف، خیبر، وادی القریٰ وغیرہ ایسی بستیاں تھیں جہاں یہ حضری قبائل مقیم تھے۔ (۳)

☆ سابق استاد شعبہ علومِ اسلامی و اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی۔

عرب کی پیداوار کھجور، سیب اور دوسرے میوے تھے، کہیں کہیں زراعت بھی ہوتی تھی۔ جانوروں میں اونٹ عرب کا خاص جانور ہے، گھوڑا بدوی عرب کا بہترین رفیق اور اپنی خوبی کے لئے شہرۂ آفاق ہے، ان کے علاوہ بھیڑ بکری بھی پائی جاتی ہیں، بدوی قبائل کا پیشہ ہی گلہ بانی تھا۔ عمان و بحرین کے سواحل سے موتی نکالے جاتے تھے، یمن خوشبو کی پیداوار کے لئے بہت شہرت رکھتا تھا۔ (۴)

عرب ایک ریگستانی ملک ہے، چنانچہ اس میں طویل ریگستانی سلسلے واقع ہیں، سب سے بڑا صحرا شام وعرب کا ریگستانی میدان ہے جو بادیۂ شام یا بادیہ عرب کہلاتا ہے، دوسرا ریگستان یمن عمان اور یمامہ کے درمیان ہے، جسے دنیا صحرائے اعظم اور الربع الخالی کہتی ہے۔ (۵)

جبل السراۃ نے عرب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، مشرقی ومغربی، پورے ملک کو چار جغرافیائی حصوں میں بانٹا گیا ہے:

۱۔ عروض، ۲۔ نجد، ۳۔ یمن، ۴۔ حجاز، (۶) ان خطوں کی اجمالی کیفیت یہ ہے:

۱۔ **عروض:** یہ قطعہ ملک مشرقی نجد اور حدود عراق سے خلیج فارس کے سواحل تک پھیلا ہوا ہے، اسی خطے میں یمامہ واقع ہے، جہاں ظہور اسلام کے قریبی عہد میں بنو ربیعہ کا مشہور قبیلہ بنوحنیفہ آباد تھا، اشعر، جہینہ، بکر اور تغلب کے قبائل کی بھی بعض شاخیں یہاں آباد تھیں، عروض کا دوسرا مشہور خطہ بحرین ہے جو زمانۂ ماقبل اسلام میں قبائل بنو عبد القیس کا مسکن تھا، اس کا تیسرا قابل ذکر خطہ عمان ہے جو اپنی زرخیزی کے لئے مشہور تھا۔ یہاں یمنی قبیلہ ازد رہتا تھا،۔ (۷)

۲۔ **نجد:** وسط عرب کی یہ سطح مرتفع تین طرف سے بے آب وگیاہ صحراؤں سے گھری ہوئی ہے، اس کے شمال میں صحرائے شام مغرب میں صحرائے حجاز اور مشرق میں صحرائے دہنا (الربع الخالی) ہیں اور جنوب میں عروض کا مشہور ومعروف خطہ یمامہ واقع ہے، نجد بنو ربیعہ کے قبیلے بنوبکر بن وائل کا موطن تھا۔ یہیں کندہ کے نام سے ایک چھوٹی سی ریاست قائم تھی جو مناذرۂ حیرہ کی ہم سری کی دعویٰ دار تھی، یہاں طی کا قبیلہ بھی آباد تھا، ظہور اسلام کے وقت قبائل قیس میں سے بنوغطفان، سلیم وہوازن بھی یہاں بستے تھے، فصیح عربی اور شعر وشاعری کے لئے نجد کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ (۸)

۳۔ **یمن:** عرب کا سب سے زیادہ زرخیز خطہ یہی ہے، ازمنۂ قدیم سے یہی علاقہ تمدن کا گہوارہ بھی تھا، یمن کی عظمت رفتہ کی نوحہ خوانی وہ کھنڈرات آج بھی کر رہے ہیں جو وہاں موجود ہیں، یہاں سبا وحمیر کی عظیم سلطنتیں قائم ہوئیں اور یہی علاقہ حبش، روم وایران کی سیاسی تگ وتاز کی جولان گاہ بھی

رہا، یمن کے جنوب میں بحرعرب، شمال میں حجاز، نجد وعروض (یمامہ) مغرب میں بحراحمر اور مشرق میں عمان و بحرین ہیں، ظہوراسلام کے وقت یہاں بنو ہمدان اور مذحج کی آبادی تھی، نجران میں بنوحارث بن کعب اور بنوبجیلہ رہتے تھے، حضرموت یمن کا زرخیز ترین خطہ ہے، یہاں بنوکندہ کی بستیاں تھیں یمن کا دارالحکومت صنعاء تھا، نجران عیسائیت کا مرکز تھا۔(۹) پورا یمن مختلف مخالیف میں منقسم تھا۔(۱۰)

۴۔حجاز: بحراحمر کے ساحل پر ایک مستطیل صوبہ ہے، جس کا نام تورات میں فاران ہے، اس کے مشرق میں نجد، مغرب میں بحراحمر، شمال میں عرب شام اور جنوب میں یمن ہے، حجاز میں شمالاً جنوباً جبل سراۃ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔اس سلسلۂ کوہ میں بہت سے چشمے ہیں، جن کے نزدیک کاشت ہوتی ہے اور بستیاں بس گئی ہیں، کہیں کہیں جنگل بھی ہے، بحراحمر کا ساحلی علاقہ سرسبز ہے، یہاں کے مشہور شہر مکہ یثرب اور طائف تھے، حجاز کی اصل اہمیت اس کے محل وقوع کی وجہ سے تھی، کیونکہ یہ عظیم تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہود ارض کنعان سے نقل مکانی کے بعد حجاز کے مقامات خیبر، یثرب تبوک، وادی القریٰ اور تیماء میں آباد ہوگئے تھے، مکہ میں قریش اور اس کے اطراف میں خزاعہ اور احابیش کے قبائل کی بستیاں تھیں، اس کے جنوب میں پہاڑیوں کے دامن میں بنو ہذیل آباد تھے، یثرب میں اوس وخزرج کے قبائل یہود کے ساتھ ساتھ آباد تھے، اس کے کوہستانی مقامات میں قبیلۂ طی کی شاخ بنولام کی آبادی تھی، بنوکلاب اس کے اطراف میں بستے تھے، طائف، ثقیف وہوازن کا مسکن تھا، شمالی حجاز میں قضاعہ آباد تھے، جُہینہ اور عذرہ کے قبائل بھی حجاز میں متوطن تھے۔(۱۱)

جزیرۂ عرب کے ان قدرتی خطوں کے علاوہ شام وعراق کے سرحدی علاقوں میں بہت سے عرب قبائل آباد تھے، چنانچہ عرب شام میں غسانیوں کی حکومت قائم تھی جس کا پایۂ تخت بصریٰ کا شہر تھا، تنوخ، عاملہ، کلب اور جہینہ کے بعض قبائل یہاں متوطن تھے، عرب عراق میں بنوربیعہ کے قبائل بنوبکر و بنو تغلب آباد تھے، بنوزبید، بنوعجل اور بنوتمیم بھی یہاں مقیم تھے، حیرہ کے شہر میں بنولخم کی حکومت عراق وعرب کی سرحد ہی پر قائم ہوئی تھی جو صدیوں عرب کا سیاسی اور تہذیبی مرکز رہی۔(۱۲)

(۲) سیاسی حالات:

سرزمینِ عرب سامی اقوام کا گہوارہ ہے، ان اقوام نے اس خطے میں آنکھ کھولی، یہیں نشو ونما پائی اور جب ان کی تعداد بڑھی تو انہوں نے یہاں سے نقل مکانی کر کے ایشیا وافریقہ کے زرخیز دریائی میدانوں

میں اپنی بستیاں بسائیں اور متمدن حکومتیں قائم کیں، زمانۂ ماقبل تاریخ سے سامی اقوام اپنے اس وطن اصلی سے ہجرت کرتی رہیں۔(۱) زمانۂ تاریخ میں فینقی جو ایک تاجر قوم تھی عرب سے نکلی، دنیا کی تجارتی شاہراہوں پر قابض ہوئی اور یونانیوں کے پیش رو کی حیثیت سے اس نے بڑی شہرت حاصل کی۔(۲)

عرب کے باشندوں کو علمائے انساب نے تین طبقوں یا نسلی گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔(۳)

۱۔عرب بائدہ (جن کی نسلیں ظہور اسلام کے وقت ختم ہو چکی تھیں یا اپنی انفرادیت کھو بیٹھی تھیں)(۴)

۲۔عرب عاربہ یا آل قحطان

۳۔عرب مستعربہ یا آل اسماعیلؑ

عرب بائدہ میں سے عاد، ثمود، طسم، جدیس، جرہم اولیٰ اور عمالقہ نے نہ صرف یہ کہ عرب میں اپنی حکومتیں قائم کیں بلکہ ان عادوں کی حکومتیں عراق و مصر میں بھی قائم ہوئیں۔(۵)

عرب عاربہ نے جنوبی یمن میں اپنی حکومتیں قائم کیں، ان میں آلِ سبا کی حکومت سب سے طاقتور تھی، جس نے نہ صرف تمام عرب پر حکومت کی بلکہ بحر احمر کے دوسرے ساحل پر بھی اپنا تسلط قائم کیا اور حبشہ میں اپنی نو آبادی بسائی، آل سبا کے زوال کے بعد یمن میں اسی خاندان کی دوسری سلطنت بنو حمیر کے نام سے قائم ہوئی جن کے حکمرانوں کو تبع کہتے ہیں، جس کی جمع تبابعہ ہے، یمن میں ان تبابعہ کی حکومت چھٹی صدی عیسوی کے ربع اول تک قائم رہی، ان کے آخری حکمراں تبع ذونواس کا ۵۲۵ء میں خاتمہ کر کے اہل حبش نے یمن پر قبضہ کر لیا، یمن کے ان حمیری حکمرانوں کا نظام حکومت خاصا ترقی یافتہ تھا۔ بادشاہ کے بعد آٹھ افراد کا ایک بورڈ ہوتا تھا جو شاہی خاندان کے شاہزادوں پر مشتمل ہوتا تھا اور جسے المثامنہ کہتے تھے، جب بادشاہ لاولد مرتا تو انہیں المثامنہ میں سے ایک کا انتخاب بادشاہ کے لئے ہوتا اور اس کی خالی نشست پر اقیال (قیل کی جمع) میں سے ایک شخص کو لے لیا جاتا اور قیل کی جو جگہ خالی ہوتی اس پر اہل البیت میں سے ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا، اقیال کی تعداد اسی ہوتی تھی اور اہل البیت لاتعداد ہوتے تھے۔(۶)

یمن پر اہل حبش کا تسلط:

یمن کی قحطانی حکومت کا حبش پر ایک عرصے تک قبضہ رہا تھا مگر جب ان کی قوت کمزور پڑ گئی تو اہل حبش خود مختار ہو گئے اور انہوں نے اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اس کے بعد یمن اور حبشہ کی حکومتوں کے درمیان بحر احمر پر تسلط کے لئے رسہ کشی کا آغاز ہوا، اسی زمانے میں رومیوں نے مصر، حبش اور

ہندوستان کے تجارتی راستوں پر قبضہ جمانا شروع کیا، یہ بات یمن کے حکمرانوں کو پسند نہ تھی اور وہ رومی کاروانِ تجارت کا راستہ روکنے لگے، ایرانیوں کو بھی رومیوں کے خلیج فارس میں بڑھتے ہوئے اثر ونفوذ سے تشویش تھی اس لئے یمن کے بنوحمیر کی رضامندی سے انہوں نے خلیج فارس میں ایک فوج متعین کردی جس نے رومیوں کی ناکہ بندی کردی، اسی زمانے میں اہل حبش نے عیسائیت قبول کی اور رومیوں کی مدد سے اہل یمن سے نبرد آزمائی کرنے لگے، اس طرح بحر احمر اور خلیج فارس کی آبی شاہراہوں پر قبضے کی غرض سے جوتگ ودو جاری تھی اس کے دو فریق ہوگئے، ایک رومی اور ان کے ہم مذہب اہل حبش اور دوسرے یمنی اور ان کے حلیف ایرانی، ان مناقشات نے اس وقت نہایت خطرناک صورت اختیار کرلی جب یمن کے ان تبابعہ (حکمرانوں) نے جو یہودی مذہب اختیار کر چکے تھے، اپنے حدود مملکت نجران میں عیسائیت کے خلاف سخت اقدام کیا، اس تشدد میں جو نجران کے عیسائیوں پر کیا گیا مذہبی عداوت کے علاوہ سیاسی اسباب بھی کارفرما تھے، یمنی حکمرانوں کو اندیشہ تھا کہ ان کے ملک میں عیسائیت کے فروغ سے اہل حبش وروم کے نفوذ کے لئے ایک مرکز بنتا جارہا ہے اور نجران کے عیسائی ان کے خلاف ان کے دشمنوں سے مل کر سازشیں کررہے ہیں، چنانچہ تبع ذونواس نے نجران پر حملہ کرکے وہاں کے نصرانیوں کو یہودیت اختیار کرنے پر مجبور کیا اور ان کے انکار کی صورت میں آگ کے بڑے بڑے الاؤ میں جو گڑھے کھود کر تیار کئے گئے تھے انہیں جلوادیا، (۷) جب اس واقعہ ہائلہ کی خبر قیصر روم کو ہوئی تو اس نے حبش کے بادشاہ کو اقدام کرنے کا حکم دیا، اہل حبش کی ایک فوج ارباط نامی سردار کی قیادت میں یمن کے ساحل پر اتری، یمن کے بادشاہ تبع ذونواس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور سمندر میں ڈوب کر جان دے دی اس طرح یمن کی حمیری حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اس کے بعد کی یمنی حکومت غیر ملکی احتلال وتسلط کی داستان ہے۔

اہل حبش نے یمن پر ۷۴ سال تک حکومت کی اور اس مدت میں چار افراد برسر اقتدار آئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ارباط: مدت حکومت بیس سال از ۵۲۷ تا ۵۴۷ء،

۲۔ ابرہہ: مدت حکومت تئیس سال از ۵۴۷ء تا ۵۷۰ء

۳۔ یکسوم بن ابرہہ: مدت حکومت انیس سال از ۵۷۰ء تا ۵۸۹ء

۴۔ مسروق بن ابرہہ: مدت حکومت بارہ سال از ۵۸۹ء تا ۶۰۱ء

ارباط جو یمن کا پہلا حبشی گورنر تھا نجاشی شاہ حبشہ کا مقرر کردہ تھا مگر اس کی فوج کے ایک سردار

ابرہہ نے اس کے خلاف سازش کر کے اسے قتل کر دیا، اور خود حاکم بن بیٹھا۔ ابتدا میں نجاشی نے اس کے تقرر کی منظوری دینے سے انکار کر دیا، مگر بعد میں مصلحت وقت کے تقاضا سے اس کے تقرر کی توثیق کر دی۔

اہل حبش نے یمن میں عیسائیت کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور قبائل عرب کو ترغیب و ترہیب سے اس دین کی جانب مائل کیا اس مقصد سے یمن کے دارالحکومت صنعاء میں ایک گرجا (القلیس) تعمیر کیا اور لوگوں کو اس کے حج اور طواف کی دعوت دی تاکہ کعبے کی مرکزی حیثیت ختم ہو جائے اور عیسائیت کی راہ کا یہ سنگ گراں ہٹ جائے، مگر یمن کے حبشی حکمرانوں کو اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی کعبے کے ساتھ عربوں کی عقیدت میں کوئی کمی نہ ہوئی اور الٹے صنعاء کے اس گرجا کی عربوں نے توہین کی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابرہہ ایک فوج گراں کے ساتھ کعبے کو ڈھانے کی غرض سے مکے کی طرف چل کھڑا ہوا، اس کی فوج کے ساتھ ہاتھی بھی تھے اس لئے اس لشکر کو، اصحاب فیل (ہاتھی والے) کہا گیا اور جس سال یہ فوج آئی اسے عام الفیل (ہاتھی کا سال) کے نام سے پکارا گیا، اس لشکر جرار کے مقابلے کی سکت عرب کے منتشر قبائل میں نہ تھی اس لئے وہ مقابلے کی غرض سے بڑھتے اور شکست کھا کر پیچھے ہٹتے رہے اور ابرہہ کی فوجوں نے اپنی منزل پر پہنچ کر شہر حرام کے قریب پڑاؤ کیا۔ اللہ نے اپنے گھر کی حفاظت کا یہ بندوبست کیا کہ سمندر کے ساحلوں سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ آئے انہوں نے ابرہہ کی فوج پر کنکریاں برسائیں جس سے پوری فوج تباہ ہوگئی، ابرہہ کو مجبوراً محاصرہ اٹھا کر پسپا ہونا پڑا اور وہ راستے میں ہلاک ہوگیا۔ فوج کی کمان اس کے بیٹے یکسوم نے سنبھالی اور بچے کھچے لشکر کو یمن لے گیا، کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں عرب میں پہلی بار چیچک کی وبا پھیلی اور غالباً ابرہہ کی فوج کی تباہی اس عذاب الٰہی کا نتیجہ تھی۔ (۸)

اہل یمن کو اہل حبشہ کی حکومت سے طبعاً نفرت تھی، اس نفرت کا سبب مذہبی بھی تھا اور قومی بھی چنانچہ وہ نچلے نہ بیٹھے اور انہوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف جدوجہد جاری رکھی، ایک حمیری شہزادے سیف بن ذی یزن نے ایرانیوں سے مدد طلب کی، شہنشاہ ایران نے ایک فوج بسرکردگی وہرز (غالباً بہہ روز) روانہ کی جس نے حبشیوں کو شکست دے کر سیف بن ذی یزن کو یمن کے تخت پر بٹھا دیا، سیف نے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے کاروبار کچھ اچھی طرح نہ چلائے اور انہیں اہل حبشہ کو جن سے حکومت چھینی تھی اپنے معتمدوں میں شامل کرلیا، ان لوگوں نے موقع پا کر اسے دھوکے سے قتل کر دیا، اور یوں یمن سے تبابعۂ حمیر کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ (۹)

یمن پر ایرانیوں کا تسلط:

سیف بن ذی یزن کے خاتمے کے بعد ایرانیوں نے یمن کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنالیا اور اس پر براہ راست حکومت کرنی شروع کی، یمن ظہور اسلام تک ایران کے قبضے میں رہا اور اس پر ایرانی گورنر حکومت کرتے رہے، یمن کا پہلا ایرانی گورنر وہی دہرز (بہہ روز) تھا جو سیف کے ساتھ ایرانی افواج کا کماندار مقرر ہوکر آیا تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا مرزبان گورنر ہوا بعدازاں اس کا بیٹا بینجان، اور پھر اس کا بیٹا خرخسرو یمن کی گورنری کے عہدے پر فائز ہوئے، مگر اس سے کسریٰ ناراض ہوگیا اور اسے معزول کر کے واپس بلالیا، اس کی جگہ پر باذان کو منصب گورنری تفویض ہوا، باذان نے اسلام قبول کیا ان کی وفات کے ساتھ یمن سے ایرانی تسلط کا خاتمہ ہوگیا اور اسلام کا اقتدار قائم ہوگیا، جو ایرانی یمن میں رہ گئے وہ اَبناء الملوک یعنی بادشاہ زادے کہلائے، یہی لفظ مختصر ہوکر صرف ابناء رہ گیا، ان لوگوں نے مقامی آبادی میں شادی بیاہ کرلیا اور ملک کی عام آبادی میں اس طور سے شامل ہوگئے کہ عرب وعجم کی تفریق باقی نہ رہی، ابناء کی نسل نے ظہور اسلام کے بعد علم وفن کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا، عہد تابعین میں حضرات ہمام بن منبہ اور وہب بن منبہ جو حدیث وتفسیر کے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں انہیں ابناء کی نسل سے تھے۔(۱۰)

یمن کے علاوہ بحرین، عمان اور یمامہ پر بھی اہل ایران کی حکومت قائم تھی، بحرین میں ایرانیوں کی نیابت میں حیرہ کے لخمی سردار حکومت کرتے تھے، ان علاقوں پر لخمیوں کو شکست دے کر کچھ عرصے تک کندہ کے روسا نے بھی حکومت کی ہے، مگر آخر میں انہیں شکست ہوئی اور بحرین ویمامہ پر پھر لخمیوں کی بالادستی قائم ہوگئی۔(۱۱)

قبائل معد کا استقلال:

شمالی عرب میں بالعموم آل عدنان آباد تھے، کثرت تعداد، بدویانہ قوت وشجاعت اور محل وقوع کے لحاظ سے انہیں خاصی اہمیت حاصل تھی، مگر ان کی آپس کی نااتفاقیوں کی وجہ سے ان پر یمن کے قحطانی قبائل حکمران تھے، وسطی عرب (حجاز ونجد) میں آباد عرب قبائل جن کا معز ور بیعہ کی نسلوں سے تعلق تھا، یمنیوں کی سیادت تسلیم کرتے تھے، بالخصوص قبائل ربیعہ اُن کے باجگزار تھے، آل حمیر نے عدنانی قبائل پر اپنا آخری نائب زہیر بن جناب کلبی کو مقرر کیا جو اپنی دانائی کے سبب کاہن کہلاتا تھا، اس نے قبائل ربیعہ پر

تشدد شروع کیا، یہ قبائل چراگاہوں، چشموں اور دوسرے عام منفعت کے مقامات کے استعمال کے عوض تبع یمن کے مقرر کردہ نائب کو خراج اور پیش کش کی رقوم ادا کرتے تھے ایک دفعہ قبائل ربیعہ قحط سالی کی وجہ سے خراج کی رقوم بروقت ادا نہ کر سکے جس پر زہیر بن جناب کلبی نے ان پر سختی کی، مجبوراً ان قبائل نے زہیر کو جان سے مار ڈالنے کی سازش کی، مگر یہ سازش کامیاب نہ ہوئی جس سے زہیر کی سختیوں میں اضافہ ہوگیا، اس نے انہیں قتل کرنا اور ان کی بستیوں کو لوٹنا شروع کر دیا، ان حالات سے مجبور ہو کر ان قبائل نے ربیعہ بن وائل کو اپنا سردار بنایا اور زہیر کے خلاف جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا، اس جنگ کا دائرہ ابتدا میں صرف ربیعہ کے قبائل تک محدود تھا مگر جب اس کا سردار کلیب بن ربیعہ بن وائل ہوا تو اس نے عمومیت اختیار کر لی اور تمام قبائل معد (مضر، ربیعہ، ایاد و انمار) باہم متحد ہو گئے اور انہوں نے اہل یمن کو معرکۂ خزاز میں عبرت ناک شکست دے کر اپنی مستقل حیثیت قائم کر لی۔ (۱۲)

مگر قبائل معد کا آل حمیر کی حکومت سے نکل جانا خود اُن کے حق میں مفید ثابت نہ ہوا، ان قبائل میں ضبط و نظم کا فقدان تھا اور کوئی ایسی مرکزی طاقت موجود نہ تھی جو ان کو متحد رکھ سکتی اس لئے جلد ہی ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور انہوں نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا، قبائل کی ان خانہ جنگیوں کو ایام العرب کے نام سے پکارا جاتا ہے، اگرچہ ان ایام میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن میں ان عدنانی عربوں سے قحطانیوں سے نبرد آزمائی کی مگر اکثر ایام انہیں عدنانی عربوں کی باہمی چپقلش کا نتیجہ ہیں، ان خانہ جنگیوں کے علاوہ مالی منفعت اور سیاسی حمایت کی لالچ میں یہ قبائل کبھی رومیوں کے باجگزار بصریٰ کے غسانی حکمرانوں اور کبھی ایرانیوں کے ماتحت حیرہ کے لخمی سرداروں کی جانب مائل ہو جاتے تھے، اس طور سے ان درباروں سے انہیں انعامات کی رقمیں ملتیں اور اُن کے باہمی تنازعات میں یہ روسا ثالث کے فرائض انجام دیتے تھے، مختصر یہ کہ عدنانی قبائل اتحاد و تنظیم کے فقدان کی وجہ سے کسی خاص سیاسی قوت کے مالک نہ تھے۔ (۱۳)

ایام عرب:

عربوں کی ان قبائلی جنگوں کا سلسلہ جنہیں ایام عرب کہتے ہیں ظہور اسلام کے وقت تک جاری رہا، یہ ایام عموماً اس لئے پیش آئے کہ کسی قبیلے کے ایک فرد کو قتل کر دیا گیا تھا اور فریق ثانی نے اس کا بدلہ لینے کی کوشش کی یا کسی کے حلیف و معاہد کو جانی یا مالی نقصان پہنچا تھا اور اس کی تلافی کی غرض سے لڑائیاں ہوئیں یا صرف لوٹ مار کے لئے یہ خانہ جنگیاں ہوئیں، ان ایام میں سے چند مشہور جنگوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ **یوم بیضاء:** یہ سب سے قدیم جنگ ہے جو عدنانی اور قحطانی قبائل کے درمیان چوتھی صدی عیسوی کے وسط میں لڑی گئی، اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ یمن کا قبیلہ مذحج اپنے وطن سے نکل کر تلاش معاش میں تہامہ آیا اور یہیں رہ پڑا، تہامہ قبائل معد کا مسکن تھا اس لئے بنو مذحج کا قیام انہیں ناگوار گزرا انہوں نے ان سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور آخر کار نوبت جنگ تک پہنچی، قبائل معد نے بنی عدد ان کے سردار عامر بن ظرب کی سرکردگی میں بنو مذحج سے بیضا کے مقام پر جنگ کی، گھمسان کا رن پڑا جس میں بنو مذحج کو زبردست شکست ہوئی۔ (۱۴)

۲۔ **یوم خزاز:** قبائل معد نے کلیب بن ربیعہ کی سرکردگی میں خزاز کے مقام پر اہل یمن کو، جن کی قیادت زہیر بن جناب کلبی کر رہا تھا، شکست دے کر سرزمین عرب میں اپنی خودمختار حیثیت بحال کی۔ (۱۵)

۳۔ **یوم صفقہ یا یوم مشقر:** ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں مضری قبیلہ بنو تمیم نے یمن سے ایران جانے والے اس سامان کو لوٹ لیا جو شہنشاہ ایران کے لئے اس کے یمنی عامل نے بھیجا تھا، ایرانی حکومت بنو تمیم کو اس جرم کی سزا دینا چاہتی تھی مگر اندرون عرب اسکا حکم نہ چلتا تھا اس لئے سزا دہی کے لئے ایک حیلہ تلاش کیا گیا، ایرانیوں نے ہجر کے علاقے میں بنو ربیعہ کے قبیلے بنو حنیفہ کے رئیس ہوزہ بن علی کو ایک جاگیر دے رکھی تھی، اس سے بنو تمیم کے خلاف کام لینے کی تجویز سوچی گئی اور اس مقصد کے تحت سردار مکبعر کو دربار ایران سے ہوزہ کے پاس بھیجا گیا، بدقسمتی سے اس زمانے میں بنو تمیم قحط سالی سے سخت مصیبت میں مبتلا تھے، بنو حنیفہ کے سردار ہوزہ بن علی نے انہیں ایرانیوں کے اشارے پر دعوت کے بہانے ہجر بلایا، جب یہ لوگ ہجر آئے تو انہیں دعوت کی غرض سے قلعے میں لے جایا گیا، جب اندر جا چکے تو قلعے کا دروازہ بند کر کے سب کو قتل کر دیا گیا، جس زمانے میں یہ واقعہ پیش آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے مگر ابھی آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت نہ فرمائی تھی۔ (۱۶)۔

۴۔ **حرب بسوس:** بنو تغلب بن وائل کے سردار کلیب بن ربیعہ نے یوم خزاز میں یمنیوں کو شکست دینے کے بعد آمرانہ روش اختیار کی اور اس حد تک مغرور ہو گیا کہ خود اپنے ہی ہم قوموں کو اپنا ہم پلہ نہ سمجھنے لگا۔ وہ بارانی تالابوں کو اپنے قبضے میں کر کے ان کے پانی سے استفادے کا حق اپنے لئے مخصوص کر لیتا، چراگاہوں کو اپنے جانوروں کے لئے مخصوص کر لیتا، جن گھاٹوں سے وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلاتا دوسروں کو اس بات کی اجازت نہ ہوتی کہ وہ وہاں اپنے مویشی پانی پلانے کی غرض سے لائیں، اسی طرح وہ یہ اعلان بھی کر دیتا کہ فلاں فلاں مقامات کے جنگلی جانور میری پناہ میں ہیں کوئی انہیں شکار نہ کرے،

میرے لئے مخصوص چراگاہوں میں کسی کے اونٹ نہ چریں، میری آگ کے مقابل کوئی اور آگ جلانے کی جرأت نہ کرے، غرض کوئی شخص اس کا ہمسر و مدمقابل نہیں ہے ایک بار ایسا ہوا کہ کلیب کے سالے جساس بن مرہ کی خالہ بسوس کے ہاں بنو جرہم کا ایک شخص مہمان ہوکر آیا، اس مہمان کی اونٹنی جس کا نام سراب تھا، چرتے چرتے چراگاہ کے اس حصے میں چلی گئی، جسے کلیب نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا، اور کلیب کے اونٹوں کے ساتھ چرنے لگی، قضارا کلیب کا اُدھر سے گزر ہوا اُس نے جو ایک اجنبی اونٹنی کو اپنے اونٹوں کے ساتھ چرتے دیکھا تو اسے اپنی ذلت پر محمول کیا غصے سے بے تاب ہوکر ایسا تیر جوڑ کر چلایا کہ اونٹنی کا تھن زخمی ہوگیا، وہ چیختی چلاتی بھاگ کر اپنے مالک کے پاس پہنچی، مالک نے یہ دیکھا تو خود بھی چلانے لگا اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کی میزبان بسوس نے بھی ذلت کے احساس سے چلانا شروع کیا اور بار بار کہتی کہ ہائے کتنی بڑی ذلت ہے، کیسی رسوائی ہے اور کس قدر توہین ہے!، جساس کو اپنی خالہ کی اس توہین کا حال معلوم ہوا تو اُس نے کلیب سے بدلہ لینے کی ٹھان لی اور ایک دن موقع پاکر اسے قتل کردیا، کلیب جیسے نامی سردار کا قتل بنو وائل کے لئے بڑا مہنگا پڑا اور اس کے دو قبیلے بنو تغلب جس سے کلیب کا تعلق تھا اور بنو بکر جس سے جساس کو نسبت تھی، باہم دست بہ گریبان ہوگئے، کلیب کے بھائی مہلہل نے جسے قدیم علمائے ادبیات عرب، عربی شاعری کا باوا آدم سمجھتے ہیں، اور جس کی زندگی کلیب کے زمانۂ حیات میں شاہد و مئی و نغمہ سے عبارت تھی ایک ایسے جنگ جو سردار کا روپ دھار لیا جو بقیہ عمر میدان جنگ میں رہا اس نے بھائی کا انتقام لینے کی غرض سے بنو تغلب کو منظم کر کے بنو بکر پر پے در پے چھاپے مارنے شروع کردیئے اور خود بھی انہیں جھڑپوں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا، یہ لڑائیاں قریب قریب چالیس سال تک جاری رہیں فریقین کے اہل ادعا انہیں لڑائیوں میں کام آئے اور جب ایک نئی نسل پیدا ہوئی تو ان میں صلح ہوئی۔ (۱۷)

۵۔ حرب داحس: یہ جنگ دو مضری قبیلوں بنو عبس اور بنو ذبیان کے مابین گھڑ دوڑ میں بے ایمانی کی وجہ سے ہوئی، بیان کیا جاتا ہے کہ بنو عبس کے سردار قیس بن زہیر کے پاس داحس نامی گھوڑا تھا اور بنو ذبیان کے رئیس حذیفہ بن بدر اور حمل بن بدر فزاری کے پاس ایک گھوڑی غبراُ نام کی تھی۔ قیس بن زہیر اور حذیفہ بن بدر کے درمیان سو سو اونٹوں کی شرط پر داحس و غبراُ میں گھڑ دوڑ کی ٹھہری۔ اس کے لئے میدان مسابقت کا تعین کیا گیا اور وقت مقرر پر گھڑ دوڑ کا آغاز ہوا بنو ذبیان کے رئیس حمل بن بدر اور اس کے بھائی حذیفہ بن بدر فزاری نے کمین گاہوں میں آدمی چھپا رکھے تھے کہ اگر داحس آگے نکل جائے تو اسے روک لیں، ان لوگوں نے داحس کے آگے رکاوٹ کھڑی کر کے اس کے منہ پر مارا جس سے وہ رک

گیا اور مسابقت میں پیچھے رہ گیا اور غبرا اُس سے آگے نکل گئی، جب شرط کے اونٹ کا سوال اٹھا تو بنو عبس نے اپنے حریف کی جیت سے انکار کر دیا، اس وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی کے سبب عبس و ذبیان میں قبائل لڑائیوں کے سلسلے شروع ہوئے، ان تمام معرکوں کو حرب داحس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، عربی زبان کے مشہور شاعر عنترہ بن شداد عبسی نے ان لڑائیوں میں بڑا نام پایا۔ (۱۸)

۶۔**حرب فجار:** اس جنگ میں ایک فریق قریش اور کنانہ تھے اور فریق ثانی قیس عیلان کا مشہور قبیلہ ہوازن تھا یہ چار لڑائیاں ہیں ان کا سبب یہ ہوا کہ حیرہ کے لخمی روسا ہر سال حج کے موقع پر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لئے اپنا مال بھیجتے تھے، اس کی حفاظت قبائل عرب میں سے کوئی باعزت سردار کرتا تھا اور اس کے عوض اسے راہ داری (خفارہ) کے بطور کچھ رقم ملتی تھی، ایک سال جب حیرہ سے سامان تجارت روانہ ہونے لگا تو بنو کنانہ کے ایک شخص براض بن قیس نامی نے اسے اپنی حفاظت میں عکاظ تک لانا چاہا، مگر چونکہ یہ شخص نہایت شریر تھا اور اُسے اس کے قبیلے نے ذات باہر (خلیع) کر دیا تھا اس لئے قیس عیلان کے سردار عروہ بن عتبہ کلابی نے اس کے تقرر پر اعتراض کیا اور شاہانِ حیرہ سے براض کا معاہدہ ختم کرا کے خود اپنی حفاظت میں سامان تجارت حیرہ سے لے کر مکہ روانہ ہوا براض بن قیس کو یہ بات ناگوار گزری، وہ پیچھے لگا رہا اور موقعہ ملتے ہی عروہ بن عتبہ کلابی کو قتل کر کے سارا مال لوٹ لیا اور خیبر جا کر روپوش ہو گیا، براض نے اتنی چالاکی ضرور کی کہ خفیہ طریقے سے اس حادثے کی اطلاع قریش کو پہنچادی، قریش عکاظ کے بازار سے نہایت عجلت میں نکل کھڑے ہوئے اور مکہ کی جانب چل پڑے مگر اسی اثنا میں اہل ہوازن (قیس عیلان) کو اس کی اطلاع مل گئی کہ ان کا سردار عروہ بن عتبہ کلابی ایک کنانی براض بن قیس کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور شاہانِ حیرہ کا اسباب تجارت بنو کنانہ کی لوٹ میں آیا ہے، انہوں نے قریش کا تعاقب کیا اور مکہ کے قریب نخلہ کے مقام پر قریش کو جا لیا، معمولی قتال کے بعد جس میں ہوازن (قیس عیلان) کو جزوی کامیابی ہوئی قریش حدود حرم میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور یوں لڑائی موقوف ہو گئی، دوسرے سال اور تیسرے سال پھر لڑائی ہوئی اور آخری لڑائی چوتھے سال عکاظ کے مقام پر فریقین میں ہوئی قریش، کنانہ اور احابیش کا سردار حرب بن امیہ تھا، اور قیس عیلان کا سردار ابو براء عامر بن مالک تھا، اس لڑائی میں قریش کو بڑی کامیابی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سن شریف اس وقت ۱۴، ۱۵ سال کے قریب تھا، آپ نے اس میں اس حد تک شرکت کی کہ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے، اس کے بعد فریقین میں اس شرط پر صلح ہو گئی کہ مقتولین کا شمار کیا جائے اور جس فریق کے مقتولوں کی تعداد فاضل نکلے اُسے اُن کے عوض دیت

ادا کی جائے، یہ لڑائیاں اُشہرِ حرم یعنی ایسے مہینوں میں لڑی گئیں جبکہ عربوں میں جنگ کرنا حرام سمجھا جاتا تھا، اس لئے انہیں برائی اور گناہ کی بات سمجھا گیا، اور حرب فجار کے نام سے موسوم کیا گیا۔(۱۹)۔

۷۔جنگ ذی قار: سرحد عراق پر آباد قبائل بکر بن وائل اور ایران کے شہنشاہ خسرو پرویز کی فوجوں سے جن کی قیادت ایرانی سپہ سالار ہرمز کر رہا تھا اور جس کو مدد پر حیرہ کا باجگزار عرب رئیس ایاس بن قبیصہ طائی تھا، اس جنگ میں عربوں نے ایرانی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کے رکھ دیا اور پہلا موقع تھا کہ ایرانی سیادت کے بت کو عربوں نے توڑا، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد کیا۔''یہ پہلی جنگ ہے جس میں ایرانیوں سے عربوں نے بدلہ چکایا ہے''۔ اس کے بعد بنو بکر اور ایرانیوں کی لڑائیاں سرحدی جھڑپوں کی صورت میں جاری رہیں تا آنکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں عربوں نے ایرانی علاقوں پر باقاعدہ فوج کشی کی، جنگ ذی قار کا سبب یہ تھا کہ آخری لخمی سردار حیرہ نعمان بن منذر سے خسرو پرویز ناراض ہو گیا اور اسے اپنے پاس بلا بھیجا، نعمان نے ایران جاتے ہوئے اپنے اسلحے بنو بکر کے سردار ہانی بن مسعود شیبانی کے پاس امانت کے طور پر رکھوا دیئے۔ خسرو پرویز نے نعمان کو قید کر دیا اور اسیری کی حالت میں وہ قید حیات سے آزاد ہو گیا، اس کے بعد شہنشاہ ایران نے اس کے اسلحے بنو بکر کے سردار ہانی سے مانگے، ہانی نے انہیں دینے سے انکار کیا۔ خسرو پرویز نے تادیبی لشکر بھیجے جنہیں عربوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تو ایک بڑا لشکر ہرمز کی کمان میں روانہ کیا جسے عربوں نے ذی قار کے مقام پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایرانی بالا دستی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔(۲۰)

ملوک غسان:

عرب قدیم کے انساب کے ماہرین کا بیان ہے کہ قحطان کی ایک شاخ بنو کہلان کو کاہنوں سے یہ پتا چل گیا کہ یمن کا مشہور آبی بند سد مآرب ٹوٹنے والا ہے، اس لئے یہ لوگ یمن سے نکل کر شمالی عرب چلے آئے، انہیں کہلانیوں میں جفنہ بن عمرو بن عامر (مزیقیاء) بھی تھا جو شام کی جانب ہجرت کر گیا، مگر ہجرت سے پہلے یہ اور اس کے ہم قبیلہ کہلانی تہامہ میں ہزغسان کے کنارے آباد تھے اور بعد میں اسی نسبت سے ان کو شہرت ہوئی، تہامہ سے چل کر مشارف شام میں آئے، قضاعہ کے جو قبائل یہاں آباد تھے ان سے انہوں نے جنگ کی اور ان پر غالب آئے، رفتہ رفتہ انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی اور سلطنت روم کے

باجگزار کی حیثیت سے سارے علاقے پر اُن کی بالا دستی قائم ہوگئی، حوران کے قریب بُصریٰ کا شہر غسانیوں کا دارالحکومت قرار پایا، یہ لوگ جو ابتدا میں بادیہ شام میں آباد ہوئے تھے بلقا اوراذرح تک پھیلے اور تمام مشارف شام کو زیر نگیں کرنے کے بعد سارے شام، فلسطین و لبنان میں ان کے اثرات پھیل گئے، انہوں نے یہاں محل، دیر(گرجا) شہر اور گاؤں آباد کئے، پل بنائے، اور آب پاشی کی غرض سے نہروں کی اصلاح کی۔(۲۱)

غسان اور انہیں کی طرح ان قبائل کو جو شمالی عرب میں آباد ہوئے اور وہاں انہوں نے اپنی حکومتیں قائم کیں اور جن میں قضاعہ کے قبائل بھی شامل ہیں، قدیم علمائے انساب قحطانی النسل اور یمنی الموطن قرار دیتے ہیں مگر محدثین وعلمائے جدید نے ان کے اسماعیلی اور شمالی عرب ہونے پر نقلی دعقلی دلیلیں قائم کی ہیں اور آل غسان کو نابت بن اسماعیل کی نسل سے ثابت کیا ہے۔

جہاں آل غسان کے نسب سے متعلق یہ اشتباہ چلا آتا ہے کہ وہ اسماعیلی عرب تھے یا قحطانی عرب، وہیں ان کی مدت حکومت کے بارے میں بھی اختلاف ہے، قدیم مسلمان جغرافیہ نویس ومورخ حمزہ اصفہانی نے آل غسان کے حکمرانوں کی تعداد بتیس اور مدت حکومت چھ سو سال بتائی ہے، مورخ مسعودی نے غسانی حکمرانوں کی تعداد دس، ابن قتیبہ نے گیارہ اور جرجانی نے نو بتائی ہے، عہد جدید کے مستشرق نولدکی نے یونانی اور سریانی ماخذات کی بنا پر رائے قائم کی ہے کہ غسانی حکمرانوں کی تعداد دس اور مدت حکومت کوئی سوا سو سال کے قریب ۵۰۰ء سے ۶۲۶ء تک ہے۔

یہ درست ہے کہ حمزہ اصفہانی کے بیان کردہ ۳۲ بادشاہوں میں سے بعض ناموں میں تکرار اور ایک ہی باپ کے چھ کی ۹۴ سالوں تک حکومت کا ادعا بھی موجود ہے جو کسی صورت سے درست نہیں کہا جاسکتا، بطلیموس کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آل غسان تہامہ میں دوسری صدی عیسوی تک مقیم تھے، یہ بھی معلوم ہے کہ ان کی حکومت کا زوال ۶۳۳ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس لئے آل غسان کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تیسری صدی عیسوی فرض کرکے ان کی مدت حکومت چار سو سال کے قریب قرار پاتی ہے اور یہی مشہور جغرافیہ نویس ومورخ ابوالفدا کی بھی رائے ہے، نولدکی کا بیان یونانی اور سریانی ماخذات پر مبنی ہے اور ان روایات میں آل غسان کا ذکر اس وقت آیا جب رومیوں اور ایرانیوں کے مناقشات کا سلسلہ شروع ہوا اور رومیوں نے آل غسان دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آل غسان کی مدد حاصل کی اور ایرانیوں نے آل منذر کی تاریخ یونانی وسریانی تحریروں میں، رومیوں کے

سیاسی اتحادی کی حیثیت سے قریب قریب سوا سو سال کے لگ بھگ نمایاں نظر آتی ہے اور اس مدت کو اس خاندان کی کل مدت حکومت فرض کرنا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ مدت رومیوں اور ایرانیوں کے تنازعات کی مدت ہے اور اسی حیثیت سے آل غسان کا ذکر ان کی تحریروں میں کیا گیا ہے۔

بہر کیف غسانی رئیس جبلہ بن ایہم جو ۵۰۰ء میں برسرِ اقتدار آیا اس کے رومیوں سے تعلقات قائم ہوئے اس کا بیٹا حارث بن جبلہ ۵۶۹ء تک حکمران رہا، اس کے بعد نعمان بن منذر ۵۸۳ء تک بادشاہ رہا، ان غسانیوں کے حیرہ کے لخمیوں سے مناقشات کے سلسلے جاری رہے اور رومیوں اور ایرانیوں کی جنگوں میں یہ بھی اپنے آقاؤں کے ساتھ شریک ہوتے رہے، اسی طرح شمال کے عرب قبائل پر اپنے سیاسی اثرات قائم کرنے میں بھی یہ غسانی لخمیوں کے حریف تھے، عرب شعرا ان کے درباروں میں جاتے، ان کی تعریف میں قصیدے پڑھتے اور قبائلی تنازعات میں ان سے مدد طلب کرتے تھے۔ (۲۲)

ملوک مناذرہ :

جس طرح مشارف شام میں غسانی رومیوں کے باجگزار تھے اسی طرح عراق میں لخمی امرا ایرانیوں کے ماتحت اور انہیں خراج ادا کرتے تھے، ان کا پایۂ تخت حیرہ کا شہر تھا، ان حکمرانوں کا تعلق قضاعہ کی شاخ تنوخ سے تھا، عرب کے قدیم ماہرین انساب کا ان کے متعلق بھی یہ خیال ہے کہ ان لوگوں کا نسلی تعلق یمن کے قحطانیوں سے تھا، مگر اب اس خیال کی تغلیط ہو چکی ہے اور اس خاندان کا تعلق بھی عدنانی عربوں سے ہے، قضاعہ کے قبائل معد بن عدنان کی نسل سے شمار کئے گئے ہیں اور ان کی تمام شاخیں بشمول بنو تنوخ و لخم عدنانی قرار دی گئی ہیں، حیرہ کے تنوخی خاندان کا پہلا حکمران جذیمہ الابرش تھا اس کے بعد اس کا خواہرزادہ عمرو بن عدی بادشاہ ہوا، اس کا نسلی تعلق بنو کہلان کی شاخ بنو لخم سے تھا۔ بعد کے سارے فرماں روا اسی کے خاندان سے تھے اس۔ لئے حیرہ کے ان حکمرانوں کو بنو لخم اور لخمی کہتے ہیں اور چونکہ اس خاندان کے متعدد بادشاہ منذر نام کے گزرے ہیں اس لئے انہیں مناذرہ (منذر کی جمع) بھی کہا جاتا ہے اور پایۂ تخت کی نسبت سے یہ لوگ شاہانِ حیرہ بھی کہلاتے ہیں۔

حیرہ کے ان بادشاہوں کی تاریخ مربوط صورت میں حیرہ کے کلیساؤں میں محفوظ تھی جس سے مسلمان مورخین نے کام لیا اور ان کی تاریخ واضح خطوط پر مرتب کی، اس خاندان کا دائرہ اقتدار سرحدات عراق کے علاوہ بحرین اور یمامہ تک پھیلا ہوا تھا، ان کے بائیس بادشاہوں نے ۳۶۴ سال تک حکومت

کی، ان میں مشہور حکمران عمر بن عدی (۲۶۸ء تا ۲۸۸ء)، منذر بن نعمان اعور (۴۳۱ء تا ۴۷۳ء) منذر بن امراء القیس الملقب بماء السماء (۵۱۰ء تا ۵۳۳ء)، عمرو بن ہند (۵۳۳ء تا ۵۷۸ء) نعمان بن منذر ابو قابوس (۵۸۵ء تا ۶۱۳ء) گزرے ہیں، آخری حکمران نعمان بن منذر ابو قابوس سے خسرو پرویز نے ناراض ہوکر اسے مداین بلا کر قید کر دیا، اور یوں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ملوک مناذرہ کا پایہ تخت حیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر مغربی فرات کے کنارے واقع تھا، بنولخم نے یہاں عالیشان محلات، باغات اور نہریں بنائیں اور یہ شہر اس عہد کی عربی تہذیب کا مرکز بن گیا، مناذرہ کا بادیہ عراق، نجد، حجاز و بحرین کے عربوں پر بڑا اثر تھا، ان کا دربار عربی شعراء و رؤساء کا مرجع تھا اور ان کا تجارتی سامان اندرونِ عرب کے بازاروں میں میلوں کے موقعوں پر لاکر فروخت کیا جاتا تھا۔ (۲۳)

ملوک کندہ :

نسابین کا بیان ہے کہ قبیلہ کندہ کا تعلق بنو کہلان سے ہے مگر ایسا نہیں ہے، یہ قبیلہ لسانی، مذہبی اور نسلی اتحاد کے باعث عدنانی الاصل ہے، بنو کندہ ابتدا میں بحرین اور مشقر میں آباد تھے، یہاں سے قبائلی خانہ جنگیوں کے باعث انہیں حضر موت جلاوطن ہونا پڑا، جہاں انہوں نے کندہ نامی شہر میں قیام کیا اور آل حمیر کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے، تبابعۂ یمن میں حسان نے جو بنو کندہ کے سردار حجر کا ماں جایا بھائی (اخیافی) تھا، اسے تمام قبائل معد کا بادشاہ بنا دیا، حجر کا پورا نام حجر بن عمرو اور لقب آکل المرار تھا، حجر بن عمرو نے حیرہ کے لخمیوں سے جنگ کر کے بلاد بکر بن وائل اور نجد کے علاقے چھین لئے اور نہایت شان و شوکت سے قبائل معد پر حکومت کی، حارث بن عمرو کندی کے دور حکومت میں بنو حمیر کی حکومت یمن سے ختم ہوگئی اور ان کی بجائے اہل حبشہ کی حکومت قائم ہوگئی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنو کندہ کی طاقت کمزور پڑ گئی اور ان کو پہلا سا اقتدار پھر حاصل نہ ہوا۔ ایرانی بادشاہ قباد نے لخمی سردار منذر بن ماء السماء سے ناراض ہوکر اسے معزول کر دیا، اس سے حیرہ میں سیاسی بدنظمی پھیل گئی جس سے فائدہ اٹھا کر بنو کندہ کے رئیس حارث بن عمرو نے حیرہ پر قبضہ کر لیا یہ بنو کندہ کے اقتدار کا نہایت تابناک دور تھا مگر تادیر قائم نہ رہ سکا اور جلد ہی ختم ہو گیا، قباد کے جانشین نوشیرواں نے اس بات کو پسند نہ کیا اور حارث بن عمرو کو اس کی نئی سلطنت سے سبک دوش کر کے منذر بن ماء السماء کو دوبارہ تخت حیرہ پر متمکن کر دیا، یہ سارا انتظام اتنی عجلت میں ہوا کہ حارث بمشکل اپنے اہل خاندان اور ذاتی مال و اسباب کے ساتھ عرب بھاگ سکا، خاندان شاہی کے دوسرے

افراد حیرہ ہی میں پھنس کر رہ گئے، جنہیں لخمیوں نے نہایت بے دردی سے قتل کردیا، اس پر اس داستان کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ منذر ملوک کندہ کے پیچھے پڑا رہا تا آنکہ ان کے آخری حکمران حجر بن حارث کندی کو اس نے قتل کرادیا، عربی زبان کا مشہور شاعر امراء القیس جو حجر بن حارث کندی کا بیٹا اور وارث تھا قبائل عرب میں جان بچاتا اور بھٹکتا رہا آخر میں روم کے قیصر کے ہاں ملوک حیرہ کے خلاف مدد کی درخواست لے کر گیا اور وہیں غلط فہمی کا شکار ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اس کے ساتھ ہی کندہ کی شاہی بھی ختم ہوگئی، کندہ کے روسا میں حجر بن عمرو آکل المرار (متوفی ۴۵۰ء)، عمرو بن حجر (متوفی ۴۹۰ء)، حارث بن عمرو (متوفی ۵۴۰ء)، اور حجر بن حارث (متوفی ۵۵۰) شہرت کے اعتبار سے دوسرے روسا سے ممتاز ہیں، اس خاندان کے آخری چشم و چراغ اور عربی زبان کے نامور شاعر امرءالقیس نے دشتِ غربت میں انقرہ کے قریب ۵۶۰ء میں زہر کے اثر سے انتقال کیا۔ (۲۴)

(۳) معاشی حالات:

کسی ملک کے جغرافیائی محل وقوع، آب و ہوا اور سیاسی حالات اس کے باشندوں کی معیشت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، صفحات گذشتہ میں عرب قبل الاسلام کے جغرافیائی اور سیاسی حالات کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے ان کی روشنی میں عربوں کے معاشی حالات کا اندازہ لگانا چنداں دشوار نہیں ہے۔

عرب کے جنوبی حصے میں جہاں فطرت نسبتاً مہربان تھی اور جہاں زندگی کی سہولتیں کسی قدر میسر تھیں وہاں متمدن حکومتیں قائم ہوئیں اور معیشت کے وسائل مثلاً تجارت وزراعت کو فروغ ہوا۔

تجارت:

جنوبی عرب کے تاجروں نے بحری تجارت میں خاصی ترقی کی اور دنیا کی دوسری قوموں سے ان کے تعلقات قائم ہوئے، یہ تاجر اپنے ملک کی پیداوار جن میں بخورات (خوشبودار مصالحے) کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل تھی، بیرون ملک لے جاتے اور وہاں سے ان ملکوں کی پیداوار اپنے ملک میں لاتے تھے، عرب تاجروں کے تجارتی کارواں زمانۂ معلوم سے مصر، شام، روم، عراق و ایران کے خشکی کے سفر کرتے اسی طرح افریقہ و جنوبی ہند سے ہوتے ہوئے چین کے ساحلوں تک ان کے سمندری بیڑے جاتے تھے،

جنوبی ہند سے عرب تاجر جو سامان لاتے ان میں تلواروں کے علاوہ جو سارے عرب میں اپنی خوبی کے لئے مشہور تھیں اور السیف الہندی (ہندی تلوار) کے نام سے موسوم تھیں، ادویہ، خوشبو اور مصالحے شامل تھے، ان کے نام آج بھی عربی زبان میں محفوظ ہیں اور قدیم تعلقات کی نشاندہی کرتے ہیں مثلاً قرنفل (کنکٹ پھل یا کرن پھول) لونگ، اطریفل (تری پھل) فلفل (پپلی) سیاہ مرچ، کافور (کپور) صندل (چندن) وغیرہ اور بعض ایسی اشیا جن کے نام میں ہند کی نسبت اُن کے ہندی الاصل ہونے کی جانب اشارے کرتی ہے، مثلاً، عود ہندی (اگر) قسطِ ہندی (کٹ یا کٹھ) تمر ہندی (املی) وغیرہ (۱)

عرب میں تجارت کے فروغ میں اُن میلوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو ایک مربوط نظام کے تحت تھوڑے تھوڑے وقفوں سے پورے ملک میں لگتے تھے، امام مرزوقی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملکی تاجروں کی بھاری کھیپ ہر سال عرب کے میلوں میں شرکت کرتی، اپنے اپنے ملک کا سامان یہاں لاتی اور یہاں کا مال اپنے وطن لے جاتی، مرزوقی کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ عرب میں تیرہ بڑے بڑے مقامات پر میلے لگتے تھے جن کا سلسلہ سرحد شام پر واقعہ دومۃ الجندل سے شروع ہوکر عرب کے جنوبی سرے عدن تک پہنچتا تھا، ان بازاروں میں عراق، شام، افریقہ، ہندوستان اور چین کا مال آتا تھا اور یہاں سے عرب کے بخورات، چمڑے کی مصنوعات اور چاندی ان ملکوں کو جاتی تھی، یہاں عام تاجروں ہی کا نہیں بلکہ عرب کے امرا کا مال تجارت بھی بکنے کے لئے آتا تھا۔ (۲)

حجاز میں آباد قبیلہ قریش کی معاش کا دارومدار تجارت ہی پر تھا، قریش کے تجارتی قافلے شام، روم، عراق، یمن اور حبشہ تک جاتے تھے، عبد مناف کے بیٹوں نے اس نظام کو نہایت مربوط بنیادوں پر قائم کیا تھا، چنانچہ ہاشم نے ملوک شام (رومیوں اور غسانیوں) سے عبد شمس نے نجاشی، اکبر (بادشاہ حبشہ) سے مطلب نے بنو حمیر (شاہانِ یمن) سے اور نوفل نے کسریٰ (شہنشاہ ایران) سے عراق و فارس میں تجارت کے پروانے حاصل کئے، خود ہاشم نے قریش کے کارواں تجارت کے لئے موسم گرما و موسم سرما میں سفروں کی تعین کی، چنانچہ ان کا ایک قافلہ سردیوں میں یمن و حبشہ جاتا تھا اور موسم گرما میں دوسرا قافلہ شام و غزہ کا سفر کرتا تھا یہ قافلہ کبھی کبھی انقرہ تک پہنچ جاتا تھا۔ (۳) قریش کے انہیں تجارتی کاروانوں کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۂ قریش میں کیا گیا ہے، قریش کے کاروبار تجارت میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حصہ لیتی تھیں اور اپنے کارندوں کے ذریعہ اسباب تجارت باہر بھیجتی تھیں، قریش کی تجارت اندرون عرب بھی تھی وہ سامان لے کر مختلف قبائل میں جاتے اور مقامی ضروریات پوری کرتے اور نفع کماتے تھے، قریش جن

چیزوں کی تجارت کرتے تھے اُن میں چمڑے کی مصنوعات اور چاندی کی بنی ہوئی چیزوں کے علاوہ غلام اور باندیاں بھی ہوتی تھیں اور کپڑا وغیرہ بھی۔(۴)

ایک ایسے ملک میں جہاں کوئی مرکزی نظامِ حکومت نہ تھا اور قبائل لاقانونیت کو ہی ملک کا سب سے موثر قانون سمجھتے تھے، تجارتی کاروانوں کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنا اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بحفاظت آنا جانا سب سے پیچیدہ مسئلہ تھا، اسے حل کرنے کی غرض سے یہ طے کیا گیا تھا کہ سال کے چار مہینوں میں کشت وخون حرام قرار دیا گیا اور انہیں اشہرِ حُرم (یعنی حرام مہینے) کہا جاتا تھا، اس زمانے میں امن وسکون کے ساتھ سامان اور اشخاص نقل وحرکت کرسکتے تھے، اس کے علاوہ یہ طریقہ بھی رائج تھا کہ مختلف مقامات پر جو بازار لگتے اور وہاں تاجر آتے وہ قرب وجوار کے طاقت ورعرب قبیلے کی حفاظت میں ہوتے تھے وہ اس حفاظت کے عوض اور نیز ایک جگہ سے دوسری جگہ تک سامان پہنچانے کی کچھ اجرت بھی لیتے تھے جسے خفارہ کہتے تھے۔(۵)

زراعت:

عرب کے وہ خطے جہاں بارش ہوتی تھی یا آب پاشی کے لئے جہاں بند یا کنویں موجود تھے وہاں زراعت ہوتی تھی، یمن میں پہاڑوں کے درمیان بند باندھ کر پانی کا ذخیرہ کرلیا جاتا تھا اور پھر اسے آبپاشی کے کام میں لایا جاتا تھا، یمن کے ان بندوں میں اس بند سے جو مآرب کے مقام پر باندھا گیا، اور سدمآرب یا عرم مآرب کے نام سے موسوم ہوا، عرب جاہلیہ کی سینکڑوں داستانیں وابستہ ہیں، اس بند کے ذریعہ ابلق نامی دو پہاڑوں کے بیچ میں ۱۵۰ فٹ لانبی اور ۵۰ فٹ چوڑی دیوار بنا کر وادیٔ اُذینہ میں بارش کا پانی جمع کرلیا جاتا تھا، مآرب کے بند کی وجہ سے یمن میں زراعت کو کافی فروغ ہوا اور باغوں کے ایسے سلسلے قائم ہوگئے جن سے پورا علاقہ بہشت زار بن گیا، قرآن میں سبا کی اس ''جنت'' کا تذکرہ موجود ہے۔(۶) یمن میں گیہوں کی کاشت ہوتی تھی، یمامہ، نجد، یثرب اور خیبر وغیرہ میں بھی کھیتی باڑی کی جاتی تھی۔ خصوصاً یمامہ کا علاقہ وافر مقدار میں غلہ پیدا کرتا تھا اور اہل مکہ کو یہیں سے غذائی اجناس مہیا ہوتی تھیں، نخلستانوں میں بھی گیہوں بویا جاتا تھا، اسی طرح گھوڑوں کو کھلانے کے لئے جو کی بھی کاشت ہوتی تھی، کہیں کہیں جوار اور باجرہ بھی بویا جاتا تھا عمان اور الحساء میں چاول پیدا ہوتا تھا، جنوبی ساحلی علاقوں میں خصوصاً المھرہ میں لوبان کے درخت بکثرت تھے، عسیر کی خاص پیدا وار صمغ عربی (گوند) تھی، صحرائی

درختوں میں ببول کی مختلف اقسام پائی جاتی تھیں جن میں سے بعض سے عمدہ قسم کا کوئلہ اور بعض سے اچھے قسم کی گوند حاصل ہوتی تھی۔ حجاز میں طائف اور اس کے قرب و جوار کا علاقہ جو سطح سمندر سے چھ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے نہایت شاداب و زرخیز ہے، یہاں غلے کے علاوہ اعلیٰ قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں جن میں انجیر، زیتون، سیب، خوبانی، آلوچہ، ناشپاتی، سنترا، لیموں اور خربزہ شامل ہیں، طائف انگور کی کاشت کے لئے اور اس سے شراب سازی کے لئے بھی شہرت رکھتا ہے، یہاں پہاڑوں میں عمدہ شہد بھی پیدا ہوتا ہے، طائف کا گلاب دور دور مشہور تھا اور اہل مکہ کے استعمال میں آتا تھا، روسائے مکہ کے یہاں باغات تھے، عرب کے نخلستانوں کی خاص پیداوار کھجور ہے، مدینہ کے کھجور کے باغات بطور خاص مشہور تھے یہاں کم و بیش سو قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں، اسی طرح عرب کے ساحلی علاقوں میں مچھلیوں اور موتیوں کے نکالے جانے کا بھی انتظام تھا جن میں حضرموت و عمان کو خاص اہمیت حاصل تھی مگر بحیثیت مجموعی عرب کے غلے کی پیداوار مقامی آبادی کے لئے ناکافی تھی اسی لئے شام و عراق کے تاجر حجاز کے شہروں میں غلے لاتے اور فروخت کرتے تھے اس کے علاوہ مقامی تاجر بھی یمن، یمامہ و عراق سے غلہ کا بیوپار کرتے تھے۔ (۷)

صنعت و حرفت :

عربوں کو طبعاً صنعت و حرفت سے نفور تھا مگر ملک کے مختلف حصوں میں اس کا وجود تھا، یمن میں پارچہ بافی کی صنعت قدیم سے تھی اور یمنی چادریں خاصی شہرت کی مالک تھیں اس طرح طائف میں چمڑا کمانے کے کارخانے تھے اور اسے بلد الدباغ یعنی چمڑے پر دباغت کرنے والوں کا شہر کہا جاتا تھا، شراب کی کشید اور گلاب کی عطریات کی تیاری کے لئے بھی طائف کا شہر شہرت رکھتا تھا، جرش میں منجنیق تیار کی جاتی تھی، یمن اور مشارف شام و عرب کے وہ علاقے جو سرحد شام پر واقع تھے) میں آہن گری کا نہایت عمدہ کام ہوتا تھا اور یہاں کی تلواریں مشہور تھیں، خود مکہ جو تاجروں کا شہر تھا صنعت و حرفت سے خالی نہ تھا، چنانچہ بعض اشراف قریش تک بعض پیشوں سے منسلک تھے مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص تیر تیار کرتے تھے، ابوجہل کا بھائی عاص بن ہشام اور حضرت خالد بن ولید کا باپ ولید بن مغیرہ لوہار تھے، حضرت زبیر کے والد عوام اور عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ درزی کا کام کرتے تھے، عتبہ بن ابی وقاص بڑھئی کا کام کرتا تھا، حضرت عمرو بن عاص کا باپ عاص بن وائل بیطاری تھا، اسی طرح مدینے کے بنو قینقاع زرگر تھے۔ (۸)

گلہ بانی:

صحرائے عرب کے خاص پالتو جانور بھیڑ بکریاں، اونٹ، گدھے اور گھوڑے تھے، عربوں کا بالعموم اور بدوی کا بالخصوص یہی پیشہ تھا، ان کی دولت کا انحصار انہیں مویشیوں پر تھا عرب کے مال تجارت میں دیگر اشیا کے ساتھ بھیڑ بکری، اونٹ اور گھوڑے بھی ہوتے تھے، بھیڑ بکری اور اونٹ بدوی کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھے ان کا دودھ اور گوشت اس کی خوراک، ان کا چمڑہ اور اون اس کا لباس اور اس کا خیمہ تھے، چارے اور پانی کی تلاش میں برابر کوچ کرتے رہنا اور مستقل بستی بسا کر ایک جگہ نہ رہنا اسی گلہ بانی کے سبب تھا مگر مستقل آبادیوں میں رہنے والوں کی دولت وثروت کا مدار بھی یہی جانور تھے۔(۹)

لوٹ مار:

عربوں خاص کر بدوی اور نیم حضری قبائل کی معیشت کا ایک ذریعہ لوٹ مار بھی تھا ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کو اور اجنبی کاروانوں کو لوٹ لیتا تھا جس سے اس کی معاش کی ایک صورت نکل آتی تھی، اس سے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ ان حملوں اور لڑائیوں میں لوگ مارے جاتے تھے جس سے آبادی کم ہو جاتی تھی اور ملک کی معیشت پر زیادہ آبادی کا بوجھ بھی کم ہو جاتا تھا، بہر کیف لوٹ مار بدوی اور نیم بدوی قبائل کے لئے معاش کا ایک اہم وسیلہ شمار ہوتا تھا۔(۱۰)

(۴) مذہبی حالات:

عرب قبل اسلام کو ''دور جاہلیۃ'' کہا جاتا ہے، اس دور کے بھی دو حصے ہیں ''جاہلیۃ اولیٰ'' جو عرب بائدہ اور عرب عاربہ و مستعربہ کے حالات پر مشتمل ہے اور ظہور اسلام سے چند صدیاں قبل اس کا اختتام ہوا، دوسرا حصہ ''جاہلیۃ ثانیہ'' کہلاتا ہے جو فتح مکہ پر ختم ہوا۔(۱) جہل، جہالت اور جاہلیت کے لغوی معنی بیوقوفی، سفاہت، حماقت، نادانی، اور ظلم کے ہیں، مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم تغلبی کہتا ہے۔

الا لا یجھلن احدٌ علینا فنجھل فوق جھلِ الجاھلینا (۲)

خبردار کوئی ہمارے ساتھ جہالت کا برتاؤ نہ کرے ورنہ ہم اس سے بڑھ کر جہالت کا مظاہرہ کریں گے

اسی لئے جو لوگ اس لفظ جاہلیۃ کے اصطلاحی معنی سے ناواقف ہیں قبل از اسلام کے عرب کو ایک ایسی زمین سمجھتے ہیں جہاں تعقل، تفکر اور تدبر کا شائبہ بھی نہ تھا اور بقول حالیؔ ''عرب جس پر قرنوں سے

تھا جہل چھایا''۔ یہ ملک دنیا کا غیر مہذب ترین ملک اور یہ قوم دنیا کی بدترین اور پست ترین قوم تھی، حالانکہ امر واقعہ یہ نہیں ہے، کیونکہ ایک ایسی قوم کو احمق، نادان اور غیر مہذب سمجھنا یقیناً درست نہیں جس کے تاجروں نے اس عہد کی دنیا کو تمدن اور حضارت کے سبق سکھائے جس کے حکمرانوں نے یمن تدمر، رقیم، اور بصریٰ میں متمدن حکومتیں قائم کیں اور جس کے شعرا نے دنیا کے شعری ادب کو ایک ایسا گنجینہ بے بہا عطا کیا جس کے سامنے قدیم یونان کے ادبی خزانے بھی بے قیمت اور بے قدر ہیں (۳)، دراصل اصطلاح میں جاہلیۃ سے مراد ایک ایسا دور ہے جس میں کسی ملک میں کوئی شریعت کوئی صاحب وحی نبی اور کوئی الہامی کتاب نہ ہو، عرب کا دور جاہلیۃ دو نبیوں کا درمیانی زمانہ یا دور فترت ہے، یہ زمانہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث کا درمیانی زمانہ ہے، جس میں کوئی شریعت عرب میں باقی نہ رہی تھی، حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی دعوات مقامی نوعیت کی تھیں یہ بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے، اور ان کی تعلیمات سرزمین عرب کے لئے نہ تھیں (۴)، عرب ثقافت وتہذیب کے میدان میں دیگر اقوام سے پیچھے نہ تھے، وہ زیر نظر عہد جاہلیۃ میں اپنے تہذیبی تنوع کے ساتھ ساتھ مذہبی تنوع کے لئے بھی ممتاز تھے تمام جزیرہ نما مذاہب عالم کے حق میں ایک عالم اصغر تھا، جس میں دنیا کے تمام طریقہ ہائے عبادت کی مختلف شکلیں موجود تھیں، ہم ذیل میں عربوں کے مختلف مذاہب اور عقائد کا ذکر کریں گے تا کہ ان کا تنوع پوری وضاحت کے ساتھ منظر عام پر آجائے۔

۱۔منکرین خلق، بعث اور معاد:

عربوں میں دہریئے بھی تھے، جو نہ خالق کائنات کو تسلیم کرتے تھے نہ بعث بعد الموت کے قائل تھے اور نہ ہی معاد پر یقین رکھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہمیں فطرت نے پیدا کیا اور زمانہ (دہر) ہمیں فنا کردے گا۔ ان کے خیال میں زندگی عبارت تھی طبائع محسوسہ کے عالم سفلی میں ترکیب پانے سے اور موت عبارت تھی ان طبائع محسوسہ کے انتشار سے۔ یہ ترکیب قانون فطرت کے تحت پیدا ہوتی ہے اور زمانہ اسے درہم برہم کردیتا ہے، اردو کے مشہور شاعر پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی نے انہیں خیالات کی ترجمانی یوں کی ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب　　　موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشان ہونا

انہی دہریوں کا ذکر قرآن حکیم میں ان لفظوں میں کیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ (۵)

یہ لوگ کہتے ہیں ہماری اس دنیوی زندگی کے علاوہ اور کوئی زندگی نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانے سے موت آتی ہے۔

۲۔منکرین بعث و معاد:

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خالق اور ابتدائے خلق کے قائل تھے مگر بعث بعد الموت کے منکر تھے ان کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے۔

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ط قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۶)

اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مثل بیان کی اور اپنی اصل کو بھول گیا کہتا ہے کہ ہڈیوں کو جب وہ بوسیدہ ہوگئی ہوں کون زندہ کرے گا۔

۳۔منکرین بعث جسمانی:

عرب میں بعث جسمانی کے انکاری بھی موجود تھے، قرآن میں ہے۔

ءَ اِذَامِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَاماً أَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ O اَوَاٰبَآئُوْنَا الْاَوَّلُوْنَ. (۷)

کفار کہتے تھے جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم زندہ کئے جائیں گے یا ہمارے پہلے باپ دادا۔

عہد جاہلیت کا ایک شاعر کہتا ہے

حیاۃٌ ثم موتٌ ثم نشرٌ	حدیث خرافةٍ یا اُم عمرو (۸)
زندگی، پھر موت، اس کے بعد نشر	جانِ من! اس گپ کو سچ مانے گا کون؟

۴۔منکرین انبیائے کرام:

عربوں میں ایسے افراد کی بھی کمی نہ تھی جو خالق، ابتدائے خلق اور معاد کے مقر تو تھے مگر انبیائے کرام کے منکر تھے، قرآن ان لوگوں کے بارے میں خبر دیتا ہے:

وَقَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ

اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَکٌ فَیَکُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا(۹)۔

کفار کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا ہے،

اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہ اُتارا گیا، جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈراتا،

۵۔منکر بعثت انبیائے بشری:

کچھ عرب بعثت انبیاء کے تو قائل تھے مگر یہ چاہتے تھے کہ کوئی فرشتہ نبی بنا کر بھیجا جائے، عام انسان کو نبی کی حیثیت سے قبول کرنے پر ان کا ذہن آمادہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۰)

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی تو انہیں ایمان لانے سے صرف یہ بات مانع ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

۶۔قائلین تناسخ:

بعض عرب تناسخ کے قائل تھے ان کا خیال تھا کہ جب آدمی مرجاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کے دماغ اور دیگر اعضائے جسم کا خون جمع ہو کر ایک پرندے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس کا نام ”ہامہ“ ہے اور یہ پرندہ ہر سو سال بعد قبر میں مدفون شخص کے سر کی جانب لوٹ جاتا ہے (۱۱)، اگر صاحب قبر مقتول ہے تو یہ پرندہ اس کی قبر پر آواز لگاتا رہتا ہے۔

۷۔فرشتوں کے پرستار:

عربوں میں یہ عقیدہ بھی تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور الوہیت میں اس کی شریک ہیں، یہ لوگ فرشتوں کی عبادت اسی خیال سے کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِکَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی (۱۲)

وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے فرشتوں کو مونث کہتے ہیں۔

۸۔جنات کے پجاری:

بعض قبائل عرب جنات کی پرستش کرتے تھے۔ خزاعہ کی ایک شاخ جو بنو ملیح کہلاتی تھی اسی عقیدے کی حامل تھی (۱۳) ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جنات کو وہ دیکھتے ہیں۔ ان سے باتیں کرتے ہیں، ان سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے ہیں اور ان سے بچے پیدا ہوتے ہیں (۱۴)، جنات کی عورتوں اور چڑیلوں سے ساتھ شادی کے بہت سے واقعات اخبار جاہلیت میں مذکور ہیں (۱۵)، جن پرستی کا ذکر قرآن شریف میں یوں آیا ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط (۱۵، الف)

اور لوگوں نے جنات کو اللہ کا شریک قرار دیا ہے، حالانکہ ان کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور انہوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بے سند تراش رکھی ہیں۔

۹۔ بت پرست:

قدیم دنیا اور آج کی دنیا کی آبادی کے ایک معتدبہ گروہ کا محبوب ترین مذہب پرستش اصنام رہا ہے، انسان کی نظر پیکر محسوس کی خوگر تھی، اور بتوں کی مورتوں میں اس کی تشنگی نظر کی سیرابی کے سامان بہم پہونچتے تھے اس نے بُت تراشے ان کے آگے سربسجود ہوا اور اپنی ہی مخلوق کو خالق سمجھنے لگا، بُت پرستی کی ترویج کا ایک سبب اعاظم پرستی بھی رہا ہے، ماضی میں جن لوگوں نے اپنے ملک اور قبیلے کے لئے بڑے بڑے کام انجام دیئے ان کے اخلاف نے ان کے مجسمے تراش کر انہیں کی پوجا شروع کر دی چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ لات داور یغوث گزشتہ اقوام کے بڑے لوگ تھے جن کی یادگار کے بطور ان کے بت بنائے گئے اور مرورِ زمانہ کے ساتھ ان کی پرستش کی جانے لگی (۱۶)، جہاں تک عرب کا تعلق ہے اس کے متعلق ہمارے مورخین کا یہ بیان ہے کہ اہل عرب دین اسماعیلی کے پیرو تھے اور بت پرستی سے ان کا دامن عقیدت پاک تھا کہ بنو خزاعہ کے ایک سردار عمرو بن لحی نے جو کعبہ کا مہا پروہت تھا، شام سے بت لاکر بیت اللہ میں رکھے اور اس وقت سے تمام عرب میں بت پرستی کا چلن ہوا (۱۷)، ہمیں اس روایت کو تسلیم کرنے میں تامل ہے گو عمرو بن لحی کا زمانہ کتب تاریخ میں متعین نہیں کیا گیا ہے، مگر قرین غالب یہ ہے کہ اس کا دور اقتدار ۲۵۰ء ہوگا، کیونکہ قریش کا زمانہ ۳۲۵ء متعین کیا گیا ہے (۱۸)، قریش کا پردادا کنانہ اس حساب سے کہ ایک شخص کے لئے مورخین اوسطاً پچیس سال کا زمانہ فرض کرتے ہیں۔ ۲۵۰

میں بر سر اقتدار رہو گا، کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس اور عمرو بن لحی بن قمعہ بن الیاس دونوں الیاس بن مضر کے پڑپوتے تھے، (۱۹)، اور دونوں کا زمانہ ایک ہی ہونا چاہئے۔ چونکہ کنانہ کا زمانہ ۲۵۰ء ہے اس لئے یہی زمانہ عمرو کا بھی ہوگا، جن علمائے انساب نے خزاعہ کو قحطانی الاصل قرار دیا ہے ان کے بیان کے مطابق عمرو بن لحی اور کہلان کے مابین چودہ پشتیں ہیں، (۲۰)، کہلان نے پہلی صدی قبل مسیح میں سد مآرب کے ٹوٹنے اور اہل یمن کی تجارت پر رومیوں کے قبضے کی وجہ سے جنوب سے ہجرت کی (۲۱)، کہلان کا عہد پہلی صدی قبل مسیح ہے، اس لئے عمرو بن لحی کا زمانہ اس صورت میں بھی ۲۵۰ء کے قریب ہوگا، حاصل بحث یہ ہے کہ اگر عمرو بن لحی کو عرب میں بت پرستی کا بانی تسلیم کر لیا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ عرب میں اصنام پرستی کا آغاز ۲۵۰ء کے قریب ہوا، اور اس سے پہلے سرزمین عرب میں عموماً اور آل عدنان میں خصوصاً دین اسماعیلی کی اتباع کی جاتی تھی، ایسا تسلیم کرنا درست نہ ہوگا، عرب کی اقوام میں عرب بائدہ (عاد، ثمود، جرہم لحیان، طسم اور جدیس) کا وجود دو ہزار سال قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے، اور ان کی عظمت کا دور سترہ سو سال قبل مسیح میں ختم ہو جاتا ہے (۲۲)، ان اقوام کا مذہب بُت پرستی تھا اور عرب، عراق، شام، مصر، جہاں جہاں یہ لوگ گئے اپنے ساتھ اس مذہب کو لے گئے (۲۳)، عرب عاربہ (بنو قحطان، یعرب، حضر موت، سبا اور حمیر) جن کا زمانہ عروج پندرہ سو سال قبل مسیح سے ۵۲۵ء تک ہے، بت پرست اور ستارہ پرست تھے، یغوث، یعوق، نسر، عمیانس، مدان، کعیت، جلسہ اور ذریح ان کے بتوں کے نام تھے اور آخری تبابعۂ یمن کے قبول یہودیت کے باوجود یمن میں ستاروں کے ہیکل اور بتوں کی پرستش عام تھی (۲۴)، اسی طرح عرب مستعربہ (مدین، دوان، بنو ادوم اور آل اسمٰعیل) میں بھی مرور زمانہ کے ساتھ کواکب پرستی اور بت پرستی عام ہوگئی، مدین بعل کو دوان بھی بعل اور کموش کو بنو ادوم شمس و قمر کو پوجتے تھے، آل سمٰعیل میں بت پرستی کا آغاز کعبہ کے پتھروں کو تبرکاً اٹھا لے جانے اور ان کی پرستش سے ہوا، بنو قیدار اور انباط ۶۲۵ء ق م میں اشتار (زہرہ) کو پوجتے تھے، ہیروڈوٹس تقریباً ۴۰۰ ق م میں اس بات کی شہادت دیتا ہے، کہ عرب الیالات اور وتل کی عبادت کرتے تھے اصحاب الحجر سباء کی تقلید میں آفتاب کی پرستش کرتے تھے، (۲۵)

مختصر یہ کہ عرب میں بت پرستی کا آغاز عمرو بن لحی سے بہت پہلے ہو چکا تھا، جہاں تک اس کے شام سے بتوں کے لانے کا تعلق ہے زیادہ سے زیادہ یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اس نے بیت اللہ میں بُت لا کر رکھے ہوں گے۔

بہر کیف بت پرستی عرب کا مقبول ترین مذہب تھا، بتوں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے،

ان کے شاندار منڈپ بنائے گئے تھے، اوران کی خوشنودی کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ خیال کیا جاتا تھا، ظہور اسلام سے قبل عرب کے مختلف قبائل کے بتوں کی تفصیل کچھ یوں تھی:

(۱) بنو ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا بت سواع تھا جو ینبوع کے مقام پر نصب تھا۔

(۲) قبیلہ کلب بن وبرہ (شاخ قضاعہ) کے بُت کا نام ود تھا جو دومۃ الجندل میں تھا۔

(۳) قبیلہ طی کی شاخ انعم اور بنو مذحج کے بُت کا نام یغوث تھا جو جرش کے مقام میں تھا۔

(۴) قبیلہ ہمدان کے بطن خیوان کا بت یعوق تھا جو یمن کے مقام ہمدان میں نصب کیا گیا تھا۔

(۵) حمیر کی شاخ قبیلہ ذوالکلاع کے بت کا نام نسر تھا جو بلخع میں تھا۔

(۶) قضاعہ کی دوسری شاخ بنو خولان کے بت کا نام عمیانس تھا جو سرزمین خولان میں نصب تھا۔

(۷) بنو ملکان بن کنانہ کا بت سعد تھا جو ایک چٹیل میدان میں ایک بڑی چٹان کی صورت میں رکھا تھا۔

(۸) قریش کا معبود اعظم ہُبل جوف کعبہ میں تھا۔

(۹) اساف اور نائلہ جو مرد اور عورت کی شکل کے تھے چاہ زمزم کے پاس نصب تھے اور یہیں قریش قربانی کرتے تھے۔

(۱۰) مقام نخلہ میں عزیٰ دیوی نصب تھی جس کی پوجا قریش اور بنو کنانہ کرتے تھے۔

(۱۱) طائف میں بنو ثقیف کا بُت لات تھا۔

(۱۲) اوس وخزرج کی دیوی کا نام منات تھا جو ساحل سمندر کے قریب قدید کے مقام پر نصب تھی۔

(۱۳) جبال طیٔ یعنی سلمی وآجاء میں آباد قبیلہ طیٔ کا بت فلس تھا۔

(۱۴) بنو بکر اور تغلب اور ایاد کا بت ذوالکعبات مقام سنداد میں تھا جو بعد میں آباد ہونے والے شہر کوفہ کے سواد میں تھا۔(۲۶)

(۱۵) آل حمیر (سبائے ثانی) شمس دیوی کی پوجا کرتے تھے۔(۲۷)

(۱۶) عبد المدان جو یمن کا ایک قبیلہ تھا مدان کی پرستش کرتا تھا اور اسی نسبت سے ''مدان کے بندے'' کہلاتا تھا۔(۲۸)

(۱۷) اہل صنعاء عیسائیت قبول کرنے سے پہلے کعیت کی عبادت کرتے تھے جو لکڑی کا تھا اور ساٹھ ہاتھ لمبا تھا(۲۹)

(۱۸) قبائل حضرت موت اور کندہ جلسد نامی بت کو پوجتے تھے۔(۳۰)

(۱۹) اہل نجیر (واقع حضر موت) ذریح کی پوجا کرتے تھے، (۳۱)

(۲۰) اہل نجران ایک درخت کو پوجتے تھے جس پر وہ ہر سال چڑھاوے چڑھاتے تھے (۳۲)

عرب کے طول وعرض میں متعدد بت کدے تھے جن میں بڑے بڑے بُت نصب تھے، ان کی رکھوالی پر وہتی اور چڑہاوے کے خاصے انتظامات تھے ان کی آبادی اور مصارف کی غرض سے لوگ اپنی زرعی پیداوار اور مال تجارت کا ایک حصہ مخصوص کر دیتے تھے، (۳۳) ان بت کدوں میں مشہور یہ تھے۔

۱۔ **غُمدان:** صنعائے یمن کی مشہور عمارت تھی، دراصل یہ ستارہ زہرہ کا ہیکل تھا، اس پر تلے اوپر سات منزلیں تھیں جو سات منازل فلکی کی نمائندگی کرتی تھیں، اس بت کدے میں شیر کا مجسمہ تھا، اسے حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں منہدم کیا گیا۔ (۳۴)

۲۔ **رئام یا ریام:** یہ ہیکل بھی یمن میں تھا، عرب کی یہ قدیم مذہبی عمارت صنعاء کے شہر میں تھی اور قبیلہ ہمدان اس کے پروہت اور پجاری کے فرائض انجام دیتا تھا۔ (۳۵)

۳۔ **ذوالخلصة:** یہ ہیکل مکہ سے سات منزل کے فاصلے پر یمن میں واقع تھا۔ اور کعبۂ یمن کہلاتا تھا اس میں ہیکل کے نام کا ایک بُت ایستادہ تھا جو سفید سنگ مرمر سے بنایا گیا تھا اور اس کے سر پر پتھر تراش کر منقش تاج پہنایا گیا تھا۔ دوس، خثعم اور بجیلہ کے قبائل اس کی پرستش کرتے تھے۔ (۳۶)

۴۔ **قلیس:** یہ لفظ کلیسا کا معرب ہے اسے اہل حبش نے اپنے تسلطِ یمن کے زمانے میں تعمیر کیا تھا اس میں دو بت تھے جو میاں بیوی تھے، مرد کا نام کعیت تھا، جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ (۳۷) عام روایات کی رو سے ابرہہ اکسومی نے قلیس کی تعمیر عیسائیت کی اشاعت کی غرض سے کی تھی معلوم نہیں اس میں بت کب رکھے گئے ممکن ہے اہل حبشہ کی حکومت کے خاتمے کے بعد عربوں نے اس کلیسا پر قبضہ کر کے اسے بُت کدے میں تبدیل کر دیا ہو۔

۵۔ **رُضاء:** یہ بنو تمیم کا بتکدہ تھا، اس قبیلہ کی ایک شاخ بنو ربیعہ اس کی پجاری تھی، (۳۸)

۶۔ **کعبہ:** اگرچہ کعبہ بیت اللہ تھا۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ کی عبادت کی غرض سے تعمیر کیا تھا، اس کی تعمیر ثانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی تا کہ دنیا میں اللہ کا نام لیا جائے (۳۹)، مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ خدا کا گھر اپنے عہد کا بہت بڑا بت کدہ بن گیا تھا، اس کے پروہت بنو جرہم تھے، بعد ازاں خزاعہ اس کے کلید بردار ہوئے اسی زمانے میں اس میں بتوں کو جگہ دی گئی، پھر قریش اس کے نگران ہوئے، اور ظہور اسلام تک یہی حالت رہی (۴۰)، یہ دنیا کا پہلا گھر جو اللہ کی عبادت کے لئے روئے

زمین پر تعمیر کیا گیا تھا تین سو ساٹھ بتوں کا منڈپ بن گیا تھا، یہ بت سنگی یا گلی ہی نہ تھے بلکہ کاغذی بھی اور دیوار پر نقش کی صورت میں بھی تھے، قریش نے تمام عرب کے لئے پر کشش بنانے کی غرض سے اس میں مسیح و مریم کی تصاویر بھی رکھ چھوڑی تھیں، دنیا کے سب سے بڑے موحد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی تصاویر بھی اس مقدس گھر کے در و دیوار کی زینت بنی ہوئی تھیں، (۴۱)، قریش نے کعبہ کی سدانت حفاظت اور صیانت کے لئے ایک ترقی یافتہ نظام رائج کیا تھا، اور یہ نظامِ مذہبی ان کے نظام اجتماعی کا جزو تھا، قُصَی کے قائم کئے ہوئے مناصب میں سے مندرجہ ذیل عہدے خالص مذہبی تھے (۴۲)۔

۱۔ **سدانت:** کعبے کی پروہتی اور کلید برداری۔

۲۔ **حجابت:** کعبہ کی دربانی اور رکھوالی۔

۳۔ **سقایہ:** حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا۔ اس غرض سے زم زم کے دوبارہ کھودے جانے سے پہلے قریش مشکیزوں میں پانی لاکر مکہ میں جمع کرتے تھے۔

۴۔ **رفادتہ:** حجاج کے کھانے کا انتظام کرنا اس کے لئے قریش اپنے قبیلے سے ایک قسم کا ٹیکس لیتے تھے

۵۔ **عمارۃ:** حرم کعبہ کا عام انتظام اور دیکھ بھال کہ کوئی شخص حدود حرم میں لڑائی جھگڑا گالم گلوچ یا شور وغل نہ کرے۔

۶۔ **اموال المحجرۃ:** کعبہ پر چڑھائے جانے والے اموال کی حفاظت کا بندوبست کرنا۔

۷۔ **نسئی:** قمری مہینوں کو کبیسہ کرکے شمسی بنانا۔ (۴۳)

۸۔ **ایسار:** بتوں سے استخارے کی خدمت۔

اس کے علاوہ قریش نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ فال یا دیگر امور میں ہبل کے قریب جوان کا مہا دیوتا تھا، (۴۴) بذریعہ قداحِ قرعہ اندازی کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے یہ شرط بھی عائد کر رکھی تھی کہ جو شخص کعبہ کا طواف کرے وہ اس مقصد کے لئے قریش سے کپڑے حاصل کرے اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو پھر برہنہ طواف کرے، یا اگر اپنے کپڑوں میں طواف کرے تو طواف سے فارغ ہوکر انہیں اتار کر الگ کردے اور پھر ان کو استعمال نہ کرے۔ (۴۵)

عربوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب اپنے بتوں پر قربانی کا چڑھاوا چڑھاتے تو ذبیحے کو خون میں لت پت کردیتے کیونکہ ان کے خیال میں اس سے ان کے مال میں اضافہ ہوتا تھا، (۴۶) وہ اپنے زعم میں اپنے چوپایوں اور کھیتوں کو بتوں اور اللہ کے مابین تقسیم کر لیتے تھے، جو بتوں کے حصے ہوتے تھے وہ ان

کے لئے مخصوص ہوتے تھے مگر جو اللہ کے لئے الگ کرتے تھے اس میں ان کے بُت بھی حصہ دار ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا ھٰذَا لِلّٰہِ بِزَعْمِھِمْ وَ ھٰذَا لِشُرَکَآئِنَا ج فَمَا کَانَ لِشُرَکَآئِھِمْ فَلاَ یَصِلُ اِلَی اللّٰہِ ج وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَھُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَآئِھِمْ ط سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (۴۷)

ان کفار نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کھیتوں اور چوپایوں میں سے اللہ کے لئے ایک حصہ الگ کر دیا ہے اور اپنے زعم باطل میں کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے شرکا (بتوں) کا ہے جو حصہ ان کے شرکا کا ہے اس میں سے کچھ اللہ کو نہیں پہنچتا مگر جو حصہ اللہ کا ہے وہ ان کے شرکا کو پہنچتا ہے وہ بہت بُرا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

جہاں بتوں سے عربوں کی والہانہ شیفتگی کا پتہ چلتا ہے وہیں ایسے واقعات بھی نادر الوقوع نہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اگر متوسلین کی دستیاری اور معتقدین کی مقصد برآری نہ ہو تو یہ لوگ اپنے ان محبوب معبودوں کو ذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آتے تھے، قدیم کتب سیرت و تاریخ میں ایسے بہت سے واقعات ملیں گے، عبدالملک بن ہشام صاحبِ السیرۃ النبویہ نے ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے کہ ایک عرب اونٹ پر سوار ہو کر اپنے معبود (سعد) کی خدمت میں آیا، یہ بت ارض بنی ملکان کے ایک چٹیل میدان میں ایک لمبی چٹان کی صورت میں تھا جس پر خون بہایا جاتا تھا، اس نے چاہا کہ برکت کی غرض سے اونٹ کو بُت کے پاس ٹھہرائے جب اونٹ نے مہیب خون آلود پتھر کی چٹان کو دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا اونٹ کا مالک غضب ناک ہو گیا اس نے پتھر اٹھا کر بُت کو مارا اور بولا کہ خدا تجھ میں برکت نہ دے تو نے میرا اونٹ بھگا دیا، پھر اونٹ کی تلاش میں چل پڑا بڑی مشکلوں سے اونٹ اسے ملا اس کے بعد اس نے اپنے بُت کی شان میں یہ ہجو یہ شعر پڑھے۔

اتینا الیٰ سعدٍ لیجمع شملنا　　فشتتنا سعدٌ فلانحنُ من سعد
وھل سعدٌ الا صخرۃ بتنوخۃ　　من الارض لاتدعولغیٍ ولا رُشد (۴۸)

ہم سعد کے پاس جمع حال کے لئے آئے
مگر سعد نے ہمیں پراگندہ کر دیا تو ہم سعد سے بے تعلق ہیں
اور سعد چٹیل میدان کا ایک معمولی پتھر ہے

جو نہ تو لوگوں کو گمراہ کر سکتا ہے اور نہ ہدایت دے سکتا ہے

عربی زبان کے مشہور شاعر اور خاندان کندہ کے آخری حکمران امرءالقیس بن حجر کندی کا بھی اسی قسم کا ایک واقعہ کتابوں میں مذکور ہے اس نے اپنے باپ حجر بن کندی کے قتل کا انتقام لینے کی غرض سے (ذوالخلصہ) نامی بت کے منڈپ پر فال نکالی، فال میں لایعنی نہیں نکلا اس نے ناراض ہو کر بت کو گالی دی اسے پتھر سے مارا اور مندرجہ ذیل شعر کہا۔

لو کنت یا ذا الخلصِ الموتورا مثلی و کان شیخک المقبورا

اے ذوالخلصہ اگر تو میری ہی طرح ہوتا کہ اپنے مقتول عزیز کا انتقام نہ لے پاتا اور تیرا سردار (باپ) قتل کر دیا جاتا

لم تنہ عن قتل العداۃ زُورا (۴۹)

تُو تو مجھے دشمنوں کے قتل سے منع نہ کرتا

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بتوں سے بدعقیدگی عام نہ تھی، لوگ عموماً ان کی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لات کا بت توڑا گیا تو ثقیف کی عورتیں اس پر بین کرتی تھیں (۵۰)، عربوں میں عام دستور تھا کہ جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو سب سے آخری کام جو کرتا وہ بتوں کے سامنے عقیدت سے جھک کر ان کو چومنا ہوتا اور سفر سے واپس آنے پر جو کام سب سے پہلے کرتا وہ پہلے بت کی خدمت میں حاضری دیتا اور فرط عقیدت سے اسے چوم لیتا (۵۱)

۱۰۔ توہمات عرب:

عربوں میں توہمات کی بھی کارفرمائی تھی، اگرچہ توہم پرستی انسان کی تاریخ سے کم قدیم نہیں ہے، مگر عرب کو اس وصف خاص میں بھی دیگر اقوام عالم پر تفوق حاصل تھا، ان کی توہم پرستی کے واقعات سے عرب قبل الاسلام کی تاریخ بھری پڑی ہے، ہم ان توہمات میں سے کچھ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱۔ عرب یہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد اگر میت کی قبر پر اس کا اونٹ نہ باندھا گیا تو قیامت میں وہ پاپیادہ اٹھے گا اور سفر آخرت طے کرنے میں اسے سخت زحمت کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی لئے وہ اپنے ورثا کو یہ وصیت کرتے تھے کہ ان کی قبر کے ساتھ ان کی سواری کا جانور باندھ دیا جائے یہ اونٹ اپنے مالک کی قبر پر سرنگوں باندھ دیا جاتا تھا تا آنکہ وہ مر جاتا تھا (۵۲)۔

۲۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ شیطان بیلوں کے سینگوں پر سواری کرتا ہے (۵۳)۔

۳۔ اگر کسی کو سانپ ڈس لے اور اسے سونے کے زیور پہنائے جائیں تو وہ اچھا ہو جائے گا۔ اور اگر سیسے کے زیور پہنائے جائیں تو وہ مرجائے گا۔ (۵۴)

۴۔ اظہار کبر وفخر کی غرض سے قبر پر اونٹ ذبح کرتے تھے۔ (۵۵)

۵۔ عربوں کا یہ بھی وہم تھا کہ آدمی کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جب وہ بھوکا ہوتا ہے تو یہ سانپ اس کی پسلی اور جگر کو ڈس لیتا ہے جس سے اُس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ (۵۶)

۶۔ جب کوئی شخص کسی بستی میں داخل ہوتا تو وہاں کی وبا یا جن کے خوف سے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر گدھے کی آواز نکال کر چلاتا تھا، تاکہ وبا یا جن بھاگ جائے۔ (۵۷)۔

۷۔ اگر کسی مریض کے متعلق یہ خیال ہو جاتا کہ اس پر بُری ارواح کا سایہ ہے یا اس پر جنوں کا اثر ہے تو اسے گندگی سے آلودہ کر دیتے اور مُردوں کی ہڈیاں اس کے گلے میں ڈال دیتے۔ (۵۸)

۸۔ کوے کو نہایت منحوس خیال کرتے تھے۔ (۵۹)

۹۔ مُرغ، کوے، کبوتری، خرگوش، شترمرغ سانپ اور چوہے کو جنات یا ان کی سواری سمجھتے تھے (۶۰)

۱۰۔ اگر بادشاہ یا سردار بیمار پڑتا تو اسے کاندھوں پر بٹھا کر لئے لئے پھرتے اور یہ خیال کرتے کہ اس طرح وہ اچھا ہو جائے گا (۶۱)۔

۱۱۔ اگر کسی پر عشق کا دورہ پڑتا تو اسے کاندھوں پر اٹھا کر اس کے جسم کو گرم لوہے سے داغ دیتے اور یوں عشق کا بھوت بھاگ جاتا تھا۔ (۶۲)

۱۲۔ اگر کوئی اونٹنی پانچ بچے جنتی اور [illegible] بچہ نر ہوتا تو اس کے کان پھاڑ کر اسے چھوڑ دیتے پھر نہ تو وہ ذبح کی جاتی نہ اس پر سواری کی جاتی نہ کسی چشمے پر پانی پینے سے کسی چراگاہ میں چرنے سے روکی جاتی، ایسی اونٹنی کو (بحیرہ) کہتے تھے۔ (۶۳)

۱۳۔ اسی طرح اگر کسی اونٹنی کے دس مادہ بچے پیدا ہو جاتے تو اسے آزاد کر دیتے تھے اس پر سواری نہ کرتے تھے اس کے بال نہ کاٹتے تھے اور اس کا دودھ صرف مہمانوں کے پینے کے کام میں لایا جاتا تھا اسے (سائبہ) کہتے تھے۔ (۶۴)

۱۴۔ وہ بکری جو سات بار صرف مادہ جوڑے جنتی اور آٹھویں بار نر و مادہ جنتی تو اس کا دودھ پینا عورتوں پر حرام تھا، اس بکری کو (وصیلہ) کہا جاتا تھا۔ (۶۵)

۱۵۔ جب کسی اونٹ کے بچے کا بچہ جوان ہو جاتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور وہ آزادی کے ساتھ جہاں چاہتا چرتا پھرتا، ایسے اونٹ کو (حامی) کہتے تھے۔ (۶۶)۔

۱۱۔کاهن اور لال بجھکڑ:

عربوں کے مذہبی معتقدات میں کاہن قائف، عائف، زاجر، عارف اور ہاتف کو بھی بڑا دخل تھا، اس لئے ان لوگوں کا مجملاً ذکر کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

۱۔**کاهن:** کہانت کی مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں، کہا جاتا ہے کہ عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ بعض کاہنوں کو جن آسمان کی باتیں بتاتے تھے، بعض کو جن دنیا کے وہ حالات آکر بتاجاتے تھے جو عموماً لوگوں سے پوشیدہ ہوتے تھے، بعض کاہن محض گمان اور قیاس سے باتیں بتاتے تھے، کبھی کبھی یہ کاہن اپنی ہوشیاری اور تجربہ سے بات کی تہہ تک پہنچ کر سائل کو اس کے سوال کے تشفی بخش جواب دیتے تھے، یہ بھی عقیدہ تھا کہ کاہن کے پاس ایک جن بطور موکل ہوتا ہے اور وہ اسے غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ یہ کاہن علم نجوم کے بھی ماہر ہوتے تھے اور اس کی مدد سے بھی لوگوں کو غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتے تھے۔ کاہنوں میں مرد ہی نہیں عورتیں بھی ہوتی تھیں، چنانچہ طریفہ اور زبراء عرب جاہلیت کی مشہور کاہنہ گذری ہیں، کاہنوں نے سوالات کے جوابات دینے کے عجیب وغریب طریقے ایجاد کر رکھے تھے، مثلاً کنکریاں اُٹھا لیتے انہیں گنتے پھر گرتے اور انہیں بجا کر بات کی تہہ تک پہنچتے، اسی طرح ریت یا زمین پر تیزی کے ساتھ لکیریں کھینچتے پھر انہیں ایک ایک کر کے مٹاتے اور یوں سوال کا جواب معلوم کرنے کا دعویٰ کرتے تھے، دانوں سے بھی مدد لیتے تھے، غرض عوام کو دھوکا دینے کے بہت سے ہتھکنڈے ان کاہنوں نے گڑھ رکھے تھے (۶۷)۔

قائف: قیافہ شناسی عربوں میں نہایت قدیم زمانے سے رائج تھی قیافہ شناس کو (قائف) کہتے تھے، یہ انسان کے چہرے بشرے سے حالات کا پتہ چلاتے تھے، عموماً قیافہ شناس اور کاہن ایک ہی شخص ہوتا تھا۔ (۶۸)

عائف: عیافہ شناس یا عائف اسے کہتے ہیں، جو نشاناتِ قدم سے اور ایسے ہی دیگر آثار سے باتوں کی تہہ تک پہنچ کر ان کے جوابات دیتا تھا۔ (۶۹)

۴۔**زاجر:** جانوروں کی آوازیں، ان کی حرکات، سکنات اور دیگر احوال سے حادثات کا پتا لگانے اور غیب کی خبر دینے والوں کو زاجر کہتے تھے۔ (۷۰)

۵۔ عـــراف: عرافہ بھی غیب دانی کے اداروں میں شمار ہوتی تھی، عراف امور مستفسرہ میں اسباب ومقدمات سے استدلال کرتا تھا، عرافت اور کہانت میں یہ فرق تھا کہ عرافہ کا تعلق ماضی کی باتوں سے ہوتا تھا اور کہانت کا مستقبل کی باتوں سے۔ عرافت کی یہ بھی تعریف کی گئی ہے کہ حادثات گذشتہ اور واقعاتِ آئندہ کے مابین اگر کوئی مناسبت، مشابہت اختلاط یا ارتباطِ خفی ہو تو اس سے استدلال کی بنا پر فیصلہ صادر کیا جائے (۷۱)۔

۶۔ ھـــاتف: کبھی کبھی اہم امور کا فیصلہ ایسی آواز بھی کر دیتی تھی جس کے بولنے والے کی صورت غیر مرئی ہوتی تھی، عموماً یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہاتف جن یا مُردوں کی ارواح ہیں (۷۲)۔

۱۲۔ مشرک:

عرب کا سب سے وسیع الاثر مذہب شرک تھا، شرک کے معنی ہیں ایک اللہ کو مان کر صفات میں اوروں کو اس کا شریک گردانا، عرب میں زیادہ تر اسی عقیدے کے لوگ تھے جو اللہ کے ساتھ ساتھ اصنام، جنات فرشتوں یا کواکب کو الوہیت کی صفات سے متصف کرتے تھے، قرآن میں ہے۔

اِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ وَاِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (۷۳)

جب اللہ کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے تو تم اس کا انکار کر دیتے ہو اور جب اس کے ساتھ
دوسروں کو شریک کر لیا جاتا ہے تو تم اس پر ایمان لے آتے ہو۔

۱۳۔ مجوس:

مجوسیت ایران کا سرکاری مذہب تھا، اہل ایران کے سیاسی اثرات سرزمین عرب پر کافی گہرے تھے، یمن، حضرموت، بحرین اور حیرہ ان کی حکومت کے براہ راست یا بالواسطہ زیر اثر تھے مگر ایران کے مذہبی اثرات عربوں پر کم پڑے صرف قبیلہ بنوتمیم کے کچھ لوگ مجوسی ہو گئے تھے۔ (۷۴)۔

۱۴۔ صابئی:

ستارہ پرستی قدیم اہل بابل کا مذہب تھا، بابل کے یہ قدیم باشندے بھی سامی الاصل ہی تھے عربوں میں بالعموم اور یمن کے قحطانیوں میں بالخصوص ستارہ پرستی کا رواج تھا، بہت سے ہیکل مختلف ستاروں کے نام پر قائم تھے، عربوں نے تمام طبعی کاروبار ان ستاروں کے طلوع وغروب سے وابستہ کر رکھے تھے (۷۵) ان کا خیال تھا کہ منازل قمر کے ۲۸ ستاروں میں سے ایک ڈوبتا ہے تو

جب تک دوسرا ستارہ اس کے مقابل میں طلوع نہ ہو اس کا عمل قائم رہتا ہے، یہ عمل نہ صرف یہ کہ تقسیم زمانہ پر اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ سرسبزی، قحط سالی، حادثات اور دیگر انسانی اعمال پر بھی اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں (۷۶)، قرآن کی یہ آیت (فَلَا اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ) (۷۷) اس عقیدے کی تردید کرتی ہے، اگر چہ صابئ عرب میں موجود نہ تھے مگر ان کے معتقدات کا عربوں پر اثر تھا، چنانچہ یمن کے حمیری آفتاب پرست تھے، شمال کے بنو کنانہ قمر پرست تھے (۷۸)، قبائل لخم، خزاعہ، قریش اور قیس شعریٰ کی پرستش کرتے تھے، (۷۹) بتکدۂ غمدان ستارہ زہرہ کا ہیکل تھا، جسے منازل فلکی کے لحاظ سے سات طبقوں میں بنایا گیا تھا۔

۱۵۔ حنیف:

عربوں کے نزدیک حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب تھا اس لئے انہوں نے دین ابراہیمی کو حنیفیت کا نام دیا تھا، مرور زمانہ کے ساتھ عربوں نے ابراہیم خلیل اللہ کی تعلیمات کو طاق نسیاں کی نذر کردیا اور بت پرستی وستارہ پرستی میں مبتلا ہو گئے، اس کے باوجود عرب میں بعض ایسے نیک دل افراد موجود تھے جو تلاش حق میں بیتاب اور ملت ابراہیمی کے عقائد حقہ کی جستجو میں سرگرداں رہتے تھے (۸۰) آغاز اسلام کے وقت عرب میں قس بن ساعدہ ایادی، ورقہ بن نوفل قرشی اور زید بن عمرو بن نفیل قریشی تلاش حق میں نکلے تو انہیں ملت حنیفی ہی کے دامن میں پناہ ملی مگر ملت حنیفی کے عقائد سے کوئی واقف نہ تھا باوجود تلاش بسیار کے اس دین ابراہیمی کے عقائد واصول عربوں کو صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکے تھے۔ (۸۱)

۱۶۔ یہود:

اگر چہ یہود کا مذہب نسلِ اسرائیل کا مذہب ہے اور اس کا موطن اصلی ارض کنعان ہے مگر عرب میں بھی یہود کی آبادی تھی یمن کے تبابعہ نے یہودیت اختیار کرلی تھی۔ بنو کنانہ، بنی حارث بن کعب اور کندہ کے قبائل میں بھی یہودی موجود تھے، یثرب سے شام تک یہود کے قلعے اور منظم آبادیاں تھیں، حجاز وتہامہ میں اُن کے مضبوط قلعے اور تجارتی گودام تھے، خیبر، فدک، وادی القریٰ وغیرہ ان کی مشہور بستیاں تھیں، عربوں کے مذہبی عقائد سے یہ یہود بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی عربوں کو اپنے عقائد سے متاثر کیا (۸۲)، عرب میں یہود کا ایک فرقہ صدوقی تھا جو عزیر کو خدا کا بیٹا کہتا تھا (۸۳)، قرآن نے اسی عقیدے کا

ذکر اس آیت میں کیا ہے (وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰه) (۸۴)۔

۱۷۔ عیسائی:

سلطنت روم وحبشہ کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا، شام کی سرحدات پر آباد عرب قبائل نے بالعموم عیسائیت قبول کر لی تھی غسان، لخم، جذام اور مذحج عیسائی تھے، عراق میں تنوخ اور تغلب کے قبائل نے بھی عیسائیت قبول کر لی تھی، حیرہ کے آل منذر میں بھی بعض فرمانروا عیسائی تھے، یہاں عیسائیوں کے گرجے تھے اوران کی خاصی آبادی تھی یہ عیسائی عبادی کہلاتے تھے، طے کا قبیلہ جو نجد میں آباد تھا، عیسائی تھا، یمن میں نجران ان عیسائیوں کا بہت بڑا مرکز تھا، خود قریش میں بنو اسد کے بعض افراد عیسائی تھے۔ عیسائیوں کو کعبہ کی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے قریش نے خانہ کعبہ میں مریم و مسیح کی تصاویر بھی رکھ دی تھیں۔ عرب میں نسطوری، یعقوبی، مارونی، اور ملکانی (کیتھولک) فرقے کے عیسائی موجود تھے (۸۵) ان میں سے مارونی فرقے کا یہ عقیدہ تھا کہ مریم بھی الوہیت میں شریک ہیں، قرآن اسی عقیدے کی یوں تردید کرتا ہے:

یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط (۸۶)

(اللہ پوچھے گا) اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بناؤ۔

قرآن میں ہے کہ فرقہ یعقوبی کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح ہی خدا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ط (۸۷)

ان لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ صرف مسیح بن مریم ہے۔

ملکانی اور نسطوری یہ کہتے تھے، کہ خدا تین میں تیسرا ہے قرآن میں ان کے عقیدے کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط (۸۸)

وہ لوگ کافر ہو گئے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں تیسرا ہے حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

(۵) معاشرتی حالات:

عرب کی آبادی کو طرز بود و ماند کے لحاظ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، ایک بدوی اور دوسرا حضری، بدوی گروہ وہ ہے جو کسی مستقل آبادی میں نہیں رہتا، گلہ بانی پر اس کی معیشت کا دارومدار ہوتا ہے اور چارے اور پانی کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب کوچ کرتا رہتا ہے اس کے برعکس حضری وہ لوگ ہیں جو مستقل بستیوں میں رہتے تھے، عرب جاہلیہ کی آبادی کا کم وبیش پانچواں حصہ مستقل آبادیوں میں اقامت پذیر تھا، ایسی بستیاں یمن اور جنوب عرب میں بکثرت تھیں لیکن وسطی اور شمالی عرب میں ان کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی، حجاز میں مکہ، مدینہ اور طائف کے شہروں کے علاوہ خیبر، وادی القریٰ، فدک وغیرہ ایسے قصبات تھے جہاں مستقل بستیاں تھیں، مگر آبادی کی یہ تقسیم چنداں موثر نہ تھی کیونکہ بدوی مستقل بستیوں میں بستے رہتے تھے اور جو لوگ ان بستیوں کے باسی تھے ان میں بھی بدوی خصائل موجود تھے، اس طور سے یہ آبادیاں بھی نیم بدوی و نیم حضری افراد پر مشتمل تھیں اور عام حالات میں بیرونی اثرات سے محفوظ تھیں، بدوی آبادی سے متعلق یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ عرب کا یہ بدوخانہ بدوش اور چکر لگانے کا دلدادہ نہ تھا بلکہ معاشی ضروریات سے مجبور ہو کر زندگی کی سخت ترین جدوجہد میں وہ ایسے مقامات تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف رہتا تھا جہاں اسے اور اس کے مویشیوں کو جینے کا سہارا مل جائے، (۱) اس لئے جب کسی مقام کو کچھ دنوں قیام کے بعد معاشی مجبوریوں کے تحت چھوڑنا پڑتا تھا تو اس کے فراق پر وہ رنج وغم کے جذبات کا اظہار اپنے اشعار میں کرتا تھا اور اپنے چہیتوں کی ان ویران یادگاروں کا ذکر کر کے آنسو بہاتا تھا، عرب جاہلیت کے قصائد کا آغاز عموماً انہیں ویران بستیوں کی نوحہ خوانی سے ہوتا ہے (۲)

عرب کی اکثریت کا پیشہ گلہ بانی تھا، انکی دولت اونٹ، بھیڑ، بکری اور گھوڑے سے عبارت تھی، یہ وجہ معاش ان کی عام ضروریات کو اکتفانہ کرتی تھی اس لئے شکار ان کا محبوب مشغلہ تھا، جس سے روزی بھی ہاتھ آتی تھی اور سپاہیانہ جوہر کی آبیاری بھی ہوتی رہتی تھی، اسی طرح لوٹ مار انکے لئے متبادل ذریعۂ معاش کی حیثیت رکھتا تھا، اس تنگ معاشی اور افلاس سے عربوں میں صبر وتحمل اور ناسازگار حالات میں زندگی گزارنے کا سلیقہ پیدا ہوا، اور جفاکشی، استقلال وسخت کوشی کے جذبات پروان چڑھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عربوں کی فطرت کو اونٹ سے مناسبت ہے اور جو آب وہوا اونٹ کو راس آئے گی وہی انہیں بھی موافق ہوگی، (۳) اسی طرح سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کھجور مومن کی بہن ہے۔ (۴) عربوں کی سیرت پر اونٹ کی جفاکشی، تحمل اور بردباری کے اثرات نمایاں ہیں

اسی طرح کھجور جو صحرا کی انتہائی نا مساعد آب ہوا میں بھی سرسبز اور فطرت کی ستم ظریفیوں میں بھی زندہ رہتی ہے، عربوں کے کردار کی عکاسی کرتی ہے، اسی کے ساتھ اگر بقول پروفیسر حطی (۵) ریگ زار عرب کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اونٹ، کھجور اور ریگ ایسی تثلیث ہے جس سے عربوں کی سیرت و کردار کی تشکیل ہوئی ہے اور انکے مطالعے کے بغیر عربوں کی سیرت کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے

عرب تنگی ترشی سے زندگی گزارنے کے باوجود سیر چشم، فیاض اور مہمان نواز تھے، وہ خود بھوکا رہنا گوارکر لیتے تھے مگر مہمان کو شکم سیر دیکھنا چاہتے تھے، مہمان سے خندہ پیشانی سے ملنا ضروری سمجھا جاتا تھا اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو اسے بہت بڑی بد اخلاقی خیال کیا جاتا تھا، عام قاعدہ یہ تھا کہ آبادی کے باہر کسی بلند مقام پر رات کو آگ جلاتے تھے کہ اگر کوئی گم کردہ راہ مسافر ادھر آنکلے تو اسے راستہ مل جائے اور قبیلے کا مہمان بنے، وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ رات کو آنے والے مسافروں کے لئے ان کی آگ کبھی نہیں بجھتی اور برابر روشنی رہتی ہے۔(۶)

عربوں کی سیرت کا دوسرا نمایاں وصف ہے حق جوار (ہمسائیگی کے حق) کا لحاظ اور جسے پناہ دے دی اس کی حفاظت سے کسی حالت میں کنارہ کشی نہ کرنا، اگر جانی دشمن اور خون کا پیاسا بھی کسی کی پناہ میں آجائے تو اس کی حفاظت انفرادی اور قبائلی ذمہ داری سمجھی جاتی تھی، اس میں کبھی کبھی اتنا غلو کیا جاتا تھا کہ وحشی جانوروں کو بھی پناہ دے دی جاتی تھی اور پھر ان کا شکار کرنا گویا پناہ دہندہ سے جنگ کا خطرہ مول لینا ہوتا تھا، ایسے بھی واقعات ملتے ہیں کہ اگر کسی موذی جانور کو مارنے کے لئے کھدیڑا گیا اور اس نے کسی خیمے میں پناہ لے لی تو پھر اسے مارنا صاحب خیمہ سے برسرپیکار ہونے کے مترادف ہوتا تھا۔ (۷)

عرب کے کردار کا ایک پہلو ایفائے عہد بھی تھا، وعدے کو پورا کرنا اور قول دے کر اس پر جمے رہنا اسکی فطرت ثانیہ تھا، ایسے واقعات نادر الوقوع نہیں کہ ایفائے عہد کی خاطر اپنی یا اپنے چہیتوں کی جان سے ہاتھ دھونا پڑا یا بڑی طاقت سے ٹکرانا پڑا، عرب جاہلیہ میں کتنے ایسے اشخاص گزرے ہیں، جنھوں نے ایفائے عہد میں نام پیدا کیا، حجاز کے یہودی سردار سمول بن عادیا کو جو تیماء میں الابلق الفرد نامی قلعے کا مالک تھا اور وفائے عہد میں ضرب المثل ہے، اس لئے شہرت حاصل ہے کہ اس نے بیٹے کو قربان کر دیا مگر بدعہدی نہ کی، اسی طرح ذی قار کی جنگ بھی اسی لئے ہوئی کہ بنی بکر کے سردار ہانی نے بدعہدی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔(۸)

صحرا کی آزاد فضا میں پرورش پانے والے عرب خودداری اور عزت نفس کی صفات سے بھی بہرہ

مند تھے، ان کی گردنیں بڑے سے بڑے جابر گردن کش حکمرانوں کے سامنے نہ جھکیں، ذلت کے ہلکے سے احساس سے بھی ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی تھی اور سر دھڑ کی بازی لگانے سے کوئی چیز انہیں روک نہ سکتی تھی، حیرہ کے لخمی امرا کے دربار میں حاضری دینے والے عرب اگر رئیس کے طرزِ عمل میں کسی توہین کا پہلو پاتے تو مارنے مرنے پر تل جاتے تھے، چنانچہ مشہور لخمی حکمران عرو بن ہند کو اپنے اس طرزِ عمل کی پاداش میں، جس سے ایک عرب سردار عمرو بن کلثوم کی ماں کی ذلت کا پہلو نکلتا تھا، جان سے ہاتھ دھونا پڑا تھا، عربوں کی تاریخ میں یہ کوئی نادر الوقوع واقعہ نہیں ہے۔ (۹)

عربوں کی فطرت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ وہ مساوات کے دلدادہ تھے اور قبیلے کے تمام افراد دولت وثروت کے امتیاز کے بغیر مساوی سمجھے جاتے تھے، سب عزت دار تھے اور کسی کے مقابلے میں ان کی حیثیت پست نہ تھی، شیخ قبیلہ جو بزرگ خاندان کے بمنزلہ ہوتا تھا، یقیناً مطاع اور قابل احترام تھا مگر قبیلے کے دوسرے افراد سے برتر نہ تھا۔ (۱۰)

شعر وشاعری عربوں کی زندگی کا لازمی جزو تھی، کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں متعدد اچھے شاعر موجود نہ ہوں، شاعر اپنے قبیلے کا قومی مورخ تھا جو قبائلی روایات کو شعر کے قالب میں ڈھال کو محفوظ کر دیتا تھا، شاعر اپنے قبیلے کا ترجمان تھا، اس کی عزت وشرف کا نگہبان تھا اور اس کے فخر ومباہات کا ذریعہ، قومی جوش ابھارنے میں، ذلت ورسوائی سے بچانے مین اور دشمنوں کی ہجو میں اس کی زبان نوک خنجر سے زیادہ تیز، اس کے اشعار تلوار سے زیادہ بُراں اور اس کے الفاظ تیر سے زیادہ دلوں میں چبھ جانے والے ہوتے تھے، عرب جاہلیت کے اشعار اس کی قومی تاریخی ہیں عربوں کے اخلاق کردار اور سیرت کی جیتی جاگتی تصویریں دیکھنی ہوں تو ان کے اشعار کا مطالعہ کیجئے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ الشعر دیوان العرب۔ (۱۱)

شعر وشاعری کے بعد خطابت کا درجہ تھا، خطیب اپنے شعلہ بار الفاظ سے بجھے ہوئے دلوں کو گرما دیتے تھے اور اپنی پند وموعظت کی باتوں سے دنیا کی بے ثباتی کے نقشے کھینچ دیتے تھے، عرب جاہلیت کے بیشتر خطبات زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہے اور جو رہے بھی ان کی اکثریت عباسی دور کے وضاعین کی دسیسہ کاری کا نتیجہ ہیں، مگر پھر بھی قس بن ساعدہ ایادی وغیرہ کے جوجستہ جستہ فقرے محفوظ رہ گئے ہیں آج بھی کم اثر انگیز نہیں ہیں، (۱۲)

عربوں کے کردار کا نمایاں عنصر ان کی انفرادیت تھا، ان کی وفاداری کا دائرہ ان کی ذات، ان کے خاندان اور قبیلے تک محدود ہوتا تھا، کوئی اجتماعی تصور اور ملی شعور ان میں موجود نہ تھا اس لئے قبائلی عصبیت

انہیں معمولی معمولی باتوں پرلڑائی جھگڑے پر اکساتی تھی اور بات بات پرلڑ مرنا ان کا قومی شعار بن چکا تھا، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک طویل اور غیرمختتم جنگ کا سلسلہ شروع ہوجاتا تھا جو پشہتا پشت تک جاری رہتا تھا اور جس کی لپیٹ میں آکر ملک کا امن وامان تہہ وبالا ہوجاتا تھا اور ملی وحدت کا دامن تارتار ہوکررہ جاتا تھا۔

لوٹ مار جسے بہادری کی علامت اور قبائلی فخر ومباہات کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، مزید انتشار اور بد نظمی کا باعث تھی، غافل دشمن پر ٹوٹ پڑنا، آناً فاناً اسے زندگی کی نعمتوں، اونٹ، بھیڑ، بکری فرزند وزن سے محروم کردینا اور پھر اس پر فخر کرنا روزمرہ کی بات اور زندگی کے معمولات میں محسوب ہوتے تھے۔

بے جا قبائلی غرور، کبر ونخوت اور ہم چوں من دیگرے نیست کا جذبہ عداوتوں اور دشمنیوں کو دیرینہ اور پختہ کرنے میں سب سے زیادہ مدومعاون ثابت ہوتا تھا، دوسروں کو اپنے سے حقیر سمجھنے اور اُسے مدمقابل نہ گردانے کا جذبہ مضحکہ خیز حد تک اور حماقت کی سطح تک پہنچ جاتا تھا یہ بات دلچسپی کی ہوگی کہ بنو ربیعہ کا مشہور سردار کلیب اپنے دشمن جساس کے ہاتھوں صرف اس لئے مارا گیا کہ وہ اسے اپنا مدمقابل نہ سمجھتا تھا اور جب جساس نے اس کے پیچھے آکر اسے للکارا تو مڑے بغیر اس نے جواب دیا کہ سامنے آکر بات کرے کہ مڑکر اس کی جانب دیکھنا کلیب کے خیال میں توہین کی بات تھی، اسی توہین کے احساس نے اُسے مڑکر دیکھنے سے باز رکھا اور دشمن کا برچھا اس کے جسم کے آر پار ہوگیا، جنگ بدر کا یہ واقعہ تو ہم سب کے علم میں ہے کہ جب ابوجہل دو انصاری نوجوانوں کے وار سے زخمی ہوکر مرنے لگا تو یہ جان کر کہ اس کے قاتل مدینے کے کسان ہیں اُسے مرنے سے زیادہ اس ذلت کا صدمہ ہوا۔(۱۳)

جذبۂ انتقام جس کی بنیاد قبائلی عصبیت پر تھی باپ سے بیٹے اور بیٹے سے اس کے بیٹے کو خون کا بدلہ لینے پر اکساتا رہتا تھا، مقتول کا بدلہ لینا نہایت ضروری خیال کیا جاتا تھا، اس میں قاتل کی شرط نہ تھی اس کے قبیلے کے کسی بے گناہ شخص کو بھی مار کر مقتول کے خون کا انتقام لیا جاسکتا تھا، یہ انتقام جسے ''ثار'' کہتے تھے عداوت اور نفرت کی ایسی فضا قائم کردیتا تھا جو کئی پشتوں تک باقی رہتی تھی، اس سلسلے میں قیس بن خطیم کا واقعہ ذہن میں رکھنے کے قابل ہے جس کی ماں نے اس سے یہ بات چھپائی تھی کہ اس کا باپ خطیم اور دادا عدی دشمنوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے اور اپنے صحن میں ان کی فرضی قبریں بنا رکھی تھیں، مگر جب قیس کو حقیقت حال کا علم ہوا تو اس نے باپ دادا کے قاتلوں کے خاندان سے بدلہ چکایا اور فخر یہ اشعار لکھے جو ابو تمام کی حماسہ میں آج تک محفوظ ہیں۔(۱۴)

عربوں میں شراب نوشی عام تھی اور بہت کم حضرات ایسے تھے جو اس لعنت سے محفوظ تھے۔

شراب پی کر جھگڑنا لڑنا اور بد اخلاقیوں کا ارتکاب کرنا آئے دن کی باتیں تھیں، جو شراب کی محفلیں جمتی تھیں ان کے ذکر سے عربی اشعار بھرے پڑے ہیں۔(۱۵)

شراب کے ساتھ قمار بازی (جوئے) کی لعنت بھی عام تھی اور بڑی بڑی شرطیں بدی جاتی تھیں، اسی طرح گھڑ دوڑ میں بھی شرطیں بدی جاتی تھیں، بتوں سے بھی استخارہ کیا جاتا تھا اور فال کے تیر نکالے جاتے تھے۔(۱۶)

معاشرے میں عورت کو نمایاں مقام حاصل تھا اور جس طرح لوگ اپنے باپ پر فخر کرتے تھے ماں پر بھی فخر کرتے تھے، بعض قبائلی تقسیمیں باپ کے بجائے ماں سے منسوب تھیں مثلاً مضر کی وہ شاخ جو قریش، کنانہ، ہذیل، اسد اور تمیم پر مشتمل تھی ماں کی نسبت سے بنو خندف کہلاتی تھی، ایسی عورتوں کو جو کثیر العیال ہوں دوسری عورتوں پر یک گونہ تفوق حاصل ہوتا تھا، عورتوں سے خاندان کے معاملات میں مشورے کئے جاتے تھے اور ان کی رائے کو وقعت دی جاتی تھی، اسی طرح بعض خواتین نکاح سے پہلے اپنے شوہروں سے حق طلاق حاصل کر لیتی تھیں، عورتوں کو کاروبار تجارت کا بھی حق حاصل تھا، بعض اوقات لڑکیوں سے شادی بیاہ کے وقت مشورہ بھی کیا جاتا تھا، نکاح کا جو طریقہ عرب میں عام طور سے رائج تھا وہ یہ تھا کہ عورت کے گھر والوں کو پیغام دیا جاتا اور منظوری کی صورت میں عقد نکاح ہوتا تھا، طلاق کا حق عموماً مردوں کو ہوتا تھا، عورت مہر کی بھی حق دار تھی، بعض حالات میں مرد طلاق کو معلق کر دیتے تھے اور نہ تو مہر ادا کرتے تھے، نہ عورت کو دوسری شادی کرنے دیتے تھے، لیکن ایسے واقعات کم ہی ہوتے تھے، ایک سے زیادہ شادی کا رواج تھا اور عورتوں کی تعداد پر پابندی نہ تھی، اس طرح بعض قبائل میں محرمات کی بھی پابندی نہ کی جاتی تھی، نکاح کے بعض ناشائستہ طریقے بھی رائج تھے مگر انہیں عام طور سے اچھا نہ سمجھا جاتا تھا، اسی طرح بعض قبائل خصوصاً بنو اسد اور تمیم میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ گاڑ دینے کی بری رسم بھی تھی، بعض قبائل ناداری کے خوف سے بچوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، قرآن حکیم نے اس کی سختی سے ممانعت کی اور ایسا کرنے والوں کو عذاب کی وعید دی، سوتیلی ماؤں سے نکاح کے اکا دکا واقعے بھی ملتے ہیں، ایسے نکاح کو نکاح المقت (حرام نکاح) کہتے تھے اور اسے بالعموم نہایت معیوب خیال کیا جاتا تھا، ایسا نہیں تھا کہ یہ رسم رائج و شائع تھی اور اسے عمومیت حاصل تھی۔(۱۷)

معاشرے کی وحدت قبیلہ تھا جس کی متعدد ذیلی شاخیں تھیں، ہر قبیلے میں دو قسم کے افراد ہوتے تھے ایک صریح یعنی ایسے افراد جو آپس میں خون کے رشتے میں منسلک ہوتے تھے اور قبیلے سے ان کا تعلق

نسب ونسل کی بنیاد پر ہوتا تھا، دوسرے وہ لوگ ہوتے تھے جو غیر صریح کہلاتے تھے یعنی قبیلے سے ان کے تعلق کی نوعیت کسی معاہدے یا موالات کی ہوتی تھی، دوسرے قبیلے کے افراد جو کسی اجنبی قبیلے کے ساتھ رہ پڑتے تھے حلیف، اور آزاد شدہ غلام مولیٰ کی حیثیت سے قبیلے کے غیر صریح افراد شمار ہوتے تھے، ان لوگوں کے حقوق صریح افراد سے کم ہوتے تھے اور ان کی دیت بھی صریح کی دیت کی نصف ہوتی تھی، قبیلے میں آزاد افراد کے علاوہ غلاموں کی بھی بڑی تعداد ہوتی تھی، جنگ میں قیدی بنائے گئے اور اغوا کئے گئے، اور خریدے ہوئے افراد (مردوزن) اس طبقے میں شامل ہوتے تھے اور انہیں عموماً معاشرے میں سب سے ذلیل سمجھا جاتا تھا، ہر قسم کی محنت ومشقت ان کا مقدر ہوتی تھی، (۱۸)

شہروں میں پختہ مکانات بھی ہوتے تھے اور کچے بھی، مدینہ میں کئی کئی منزلوں کے مکانات ہوتے تھے، بعض تو قلعے کی صورت کے ہوتے تھے اور اطم کہلاتے تھے، مکہ میں شہر کے باہر جھونپڑیاں بھی تھیں جن میں وہ لوگ رہتے تھے، جن کا تعلق قبیلۂ قریش سے نہیں تھا، قصبات اور غیر مستقل بستیوں میں اون اور چمڑے کے خیمے ہوتے تھے اور وہی رہائش کا کام دیتے تھے، حجاز میں تیما، خیبر، مدینہ وغیرہ میں یہود کے قلعے بھی تھے جن میں ان کی مجموعی بستیاں تھیں، (۱۹)

(٦) قبائل عرب کی نسلی تقسیم:-

تمہید:

جیسا کہ عربوں کے سیاسی حالات کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ علمائے انساب نے عرب قبل الاسلام کو تین نسلی گروہوں میں تقسیم کیا ہے، اول عرب بائدہ یعنی وہ قدیم عرب نسلیں جو ظہور اسلام کے وقت یا تو ختم ہو چکی تھیں یا اپنا علیحدہ وجود کھو چکی تھیں مثلاً جرہم، طسم، جدیس، عاد اور ثمود کے قبائل، دوم عرب عاربہ یعنی قحطانی ویمنی عرب اور سوم عرب مستعربہ یعنی اسماعیلی عدنانی اور شمالی عرب، ہم سطور آئندہ میں عرب عاربہ اور عرب مستعربہ کی نسلی تقسیم اور مشہور قبائل کا ذکر کرینگے، عرب مستعربہ کا شجرۂ نسب عدنان بن اُدد سے فہر قریش تک اور عرب عاربہ کا نسلی خاکہ از قحطان تا پسران سبا پیش کریں گے، فہر قریش کے نسلی انشعاب کی تفصیل ایک الگ عنوان کے تحت سپرد قلم کی جائے گی۔

عدنان سے مالک بن نضر تک: (۱)

عدنان بن اُدد سے مالک بن نضر تک کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے، یہ مالک بن نضر بن کنانہ، فہر الملقب بہ ''قریش'' کا باپ ہے۔

	ا۔ عدنان	ا۔ اسماعیلی عربوں کا جداعلیٰ	
	۲۔معد		
۳۔ قُضَاعَه	۳۔ نِزار	۳۔ قَنَص	
۴۔ رَبِيْعَه	۴۔ مُضَر	۴۔ اَنمار	۴۔ اِیاد
	۵۔ الیاس		
۶۔ طابخه	۶۔ مدرکه	۶۔ قمعه	
۷۔ هُذیل	۷۔خُزَیمه		
۸۔ اسد	۸۔ کنانه	۸۔ هون	
۹۔ملکان	۹۔نضر	۹۔ عبدمناة	۹۔ مالک
۱۰۔صلت	۱۰۔مالک	۱۰۔یخلد	
	۱۱۔ فهر (قریش)		

شجرہ مندرجہ بالا کی تفصیل:

اس شجرے میں عمودِ نسب سے ہٹ کر جن ناموں کا ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف بر بنائے شہرت ہیں اور بعض غیر مشہور نام شامل نہیں کئے گئے ہیں، بہرکیف مندرجہ بالا شجرۂ نسب کی کسی قدر ذیل میں وضاحت کی جاتی ہے۔

ا۔معد بن عدنان کے بیٹوں یا اس سے چلنے والے خاندانوں کے تین نام بیان کئے گئے ہیں، ایک نام نزار کا ہے جو اس شجرۂ نسب کے عمود پر ہے اور بعد کے نام اس کے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے وغیرہ کے ہیں، دوسرا نام قُضاعہ کا ہے، عربوں کے ایک بڑے اور کثیر التعداد نسلی گروہ کا یہی قُضاعہ پدرِ اول ہے، نسابین عرب کے ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ قُضاعہ بن مَعَد کی ماں مُعانہ نے مَعَد کے انتقال کے بعد مالک بن حُمیر قحطانی سے شادی کر لی تھی اس لئے اس کی نسل قحطانی عربوں میں محسوب کی گئی، مگر زمانہ جاہلیت میں

قبائل قضاعہ کو معد بن عدنان ہی کی نسل میں شمار کیا جاتا تھا، بعد کے زمانوں اور عصر جدید کی تحقیقات کی رو سے قضاعہ کے قبائل اسماعیلی ہی قرار پائے ہیں، قبائل قضاعہ میں بنوکلب، بنوقین، تنوخ، بہرا، بلی، عذرہ، جہینہ، نہد کثرت تعداد اور سیاسی اہمیت کی وجہ سے نمایاں ہیں، معد کے تیسرے بیٹے یا بزرگ خاندان کا نام قنص ہے، نسابین کے ایک گروہ کی روایت کی رو سے حیرہ کے مناذرہ اس کی نسل میں تھے۔

۲۔ نزار کا بیٹا مُضر عمودنسب میں ہے اور تمام مُضری قبائل کا جدا اعلیٰ وہی ہے، نزار کے اس کے علاوہ تین بیٹے اِیاد، انمار اور ربیعہ ہیں، بعض نسابین کا بیان ہے کہ انمار کی نسل نہیں چلی، بعض دوسرے ماہرین انساب کی روایت ہے کہ انمار اپنے بھائیوں سے ناراض ہو کر یمن چلا گیا، وہیں یمنی قبائل میں شادی کر لی اور اس کی نسل قحطانیوں میں محسوب ہوتی ہے، قبائل خَثعَم اور بجیلہ کا تعلق انہیں انمار کی نسل سے ہے اور عموماً انہیں قحطانی عربوں میں شمار کیا گیا ہے، جبکہ ان میں سے بعض نے اپنے عدنانی اور نزاری ہونے کا بھی ادعاء کیا ہے، نزار کا ایک بیٹا ایاد عراق منتقل ہوگیا، حیرہ کے بادشاہوں کی فوج زیادہ تر انہیں پر مشتمل تھی، بعد میں یہ لوگ سوادِ عراق میں ایرانی مقبوضات پر غارت گری کرتے اور چھاپہ مار جنگوں میں ساسانیوں سے الجھے رہتے تھے، نزار کا ایک بیٹا ربیعہ بڑا نام آور گذرا ہے، نزار کی نسل اس کے دو ہی بیٹوں مضر اور ربیعہ سے خوب بڑھی اور پھلی پھولی، ربیعہ کی اولاد بحرین، عرب اور عراق میں پھیلی، بحرین کے بنو عبدالقیس، بنوناجیہ، یمامہ کے بنوحنیفہ، عراق وعرب کے بنوبکر بن وائل اور بنوتغلب بن وائل اسی ربیعہ کی اولاد میں تھے، بنوعزہ بنی شیبان اور بنویشکر بھی ربیعہ کے کثیر التعداد قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

۳۔ مُضر کا ایک ہی بیٹا الیاس تھا، الیاس کے تین بیٹے یا سربراہان خاندان تھے، مُدرکہ، طابخہ اور قمعہ۔ مدرکہ اور طابخہ اپنی ماں کی نسبت سے بنوخندف کہلاتے ہیں اور اولاد قمعہ قیس عیلان کے نام سے جانی جاتی ہے، یوں الیاس کی نسل خندف اور قیس کے دو خاندانوں میں سمٹ کر رہ گئی ہے، الیاس کا بیٹا مدرکہ عمود نسب میں ہے، اس کی اولاد کا ذکر قریش کے حال تک چلتا رہے گا، الیاس کا دوسرا بیٹا طابخہ کہ وہ بھی بنوخندف ہے، متعدد مُضری قبائل کا مورث اعلیٰ ہے، بنوتمیم کا کثیر التعداد قبیلہ اسی طابخہ کی نسل میں ہے، بنوضَبّہ، مُزَینہ، حُمَیساء، عُکل، ثور، رباب، مازن، ذبیان اور عائذہ بھی اس طابخہ بن الیاس بن مضر کی اولاد ہیں، الیاس کا تیسرا بیٹا یا تیسرا نسلی گروہ قمعہ کی اولاد پر مشتمل ہے، قمعہ کی اولاد کو قیس عیلان کی نسبت سے قیسی کہا جاتا ہے، یہ قبائل طائف، نجد، حجاز اور مدینہ کے اردگرد بڑی تعداد میں آباد تھے، ان میں مشہور قبائل بنی ہوازِن، بنوثقیف، بنوعبس، بنوذُبیان، بنوسُلیم، بنوفہم، بنوکلاب، بنوباہلہ، فزارہ و بنوہلال وغیرہ ہیں۔

۴۔ مدرکہ بن الیاس بن مضر کا ایک بیٹا خزیمہ عمودِ نسب میں ہے، اس کے علاوہ اس کا بیٹا جو مشہور ہوا وہ ہذیل بن مدرکہ ہے، ہذیل کی نسل اس کے تین بیٹوں سعد، لحیان اور عُمیر سے چلی مگر بنی سعد کی تعداد دوسروں سے زیادہ ہے۔

۵۔ خُزیمہ بن مدرکہ کا بیٹا کنانہ عمودِ نسب میں ہے، اس سے مدرکہ کی نسل قریش چلی، خزیمہ کے دوسرے بیٹوں میں ہون اور اسد نام آور ہوئے ہیں، اسد کی نسل اس کے بیٹوں دودان، کاہل، عمرو اور حَملِہ سے چلی، انہیں میں بنوفقعس، بنوالصیداء، بنونضر بن قُعین، بنوغاضرہ اور بنونعامہ کے بطون بھی ہیں، ہَون بن خزیمہ کی نسل میں القارہ یعنی عَضَل اور دَیش ہیں جو مکہ کے باہر آباد تھے اور تیراندازی کے لئے مشہور نزدیک و دور تھے۔

۶۔ کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ اپنے باپ خزیمہ کا ''وصی'' اور ''ولد صریح'' ہے، اس کے بیٹوں میں ولد صریح اور وصی نَضر بن کنانہ ہے، نَضر کے متعدد بھائیوں میں مالک، ملکان اور عبد مناۃ ہیں، بنو مِلکان کو کوئی خاص شرف و شہرت حاصل نہ ہوئی، بنو مالک بن بنوفقیم اور بنوفراس ہیں، عبد مناۃ کی اولاد میں بنومُدلج اور بنوجُذیمہ اور بنولیث ہیں۔

۷۔ مالک بن نَضر بن کنانہ بن خُزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن ادد اپنے باپ کا وصی اور ولد صریح علیٰ عمود النسب ہے، اس کے دو بھائی صلت اور یخلُد ہیں، صلت کی نسل کے لوگ یمن کے قبائل میں ضم ہو گئے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ صلت خزاعہ کا پدر اعلیٰ ہے، یخلد کی اولاد بنی عمرو بن حارث بن مالک بن کنانہ میں مل گئی، یہ مالک بن نضر بن کنانہ تمام بطونِ قریش کا مورث اعلیٰ ہے، اس کے بیٹے فہر کا لقب قریش ہے اور اسی کے واسطے سے وہ قریش کا پدر اول ہے۔

قحطانی عربوں کی نسلی تقسیم: (۲)

عربوں کی تقسیم کے لحاظ سے عرب عاربہ وطن کے تعلق کے اعتبار سے یمنی یا جنوبی عرب اور مورث اعلیٰ کی نسبت سے قحطانی عرب، اپنے جداول کے پڑپوتے عامر المعروف بہ سبا کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، سبا ہی ان کا پدر دوم ہے اور ان کے شجرۂ نسب کی اصل وہی ہے، اس کا بیان مفصلہً ذیل ہے:

۱۔ قَحطان

۲۔ یَعرُب

۳۔یَشْجُب

۴۔سَبا (عامر)

۵۔عمرو ۵۔عامله ۵۔حِمْیَر ۵۔کَھلان ۵۔اَشعر

سبا (عامر) کے ان متذکرہ بالا پانچ بیٹوں یا پانچ خاندانوں سے متعلق قبائل یمن کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

حمیر کی شاخیں:

قبائل حمیر میں یحْصب السلف، ذی رُعین، ضنہ بن سعد اور سلاماں بن سعد کو زیادہ شہرت ہوئی، جن ماہرین انساب نے قبائل قضاعہ کو قحطانی قرار دیا ہے، انکے بقول ان قبائل قضاعہ کا تعلق بھی حمیر ہی سے ہے،

کھلان کی شاخیں:

کہلان کی نسل سے وابستہ قبائل میں طئی، بنو نبہان، بنو ثُعل، بنو تیم بن ثعلبہ، بنو مراد، کندہ تجیب، سکون، ہمدان، وداعہ، مَذحج، عنس، زُبید، جدیلہ اور نخع ہیں، اسی نسلی گروہ سے قبائل ازد، دوس کا بھی تعلق ہے، جن نسابین نے مدینے کے اوس وخزرج اور ان کے یک جدی غسان کو یمنی وقحطانی کہا ہے، ان کے مزعومہ کے مطابق یہ لوگ بھی اسی کہلان بن سبا کے خاندان سے تھے، مگر ہم اپنے مقام پر ان کے مزعومہ کی تردید کریں گے۔

عمرو بن سبا کی شاخیں:

اس خاندان سے لَخم، جذام، وحدس کے قبائل وابستہ ہیں، مگر انہیں نسابین نے مضری قرار دیا ہے۔ اسی خانوادے سے داریون بھی تعلق رکھتے ہیں، مگر اس قبیلے کی جانب بہت سے منتسب قبائل کو علمائے انساب نے مضری قرار دیا ہے۔

اشعر بن سبا کی شاخیں:

اشعر کی جانب منسوب قبائل الاشعرین کہلاتے ہیں اور اپنی کثرت تعداد کے لئے انہیں یمنی قبائل میں امتیاز حاصل ہے۔

عاملہ بن سبا کی نسلیں:

یمنی قبائل میں بنو عاملہ کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور علمائے انساب میں سے بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ قبائل قاسط بن وائل کی اولاد میں ہیں جو عدنانی قبیلہ، بنو ربیعہ کی ایک شاخ ہے۔

سطور بالا میں عرب قبل اسلام میں آباد قبائل کی نسلی تقسیم کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا عرب علمائے انساب کی روایتوں میں ان قبائل، بطون اور افخاذ کی تفصیل بڑے شرح وبسط کے ساتھ درج کی گئی ہے مگر ہم نے اس میں اختصار سے اس لئے کام لیا ہے کہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفہیم میں اس سے زیادہ تفصیل بے سود تھی،

انساب عرب کے ضمن میں یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ نسابین کے ہاں حد درجہ اختلاف بیان اور ژولیدگی موجود ہے، کتنے ہی ایسے قبائل میں جو زبان، نام، مذہب اور معاشرتی تعلقات، کی بناپر عدنانی اور اسماعیل ہیں مگر انہیں محض روایت پرستی کی بناپر قحطانی اور یمنی سمجھ لیا گیا ہے، اس کی نمایاں مثال بُصریٰ کے غسانی اور یثرب کے اوس وخزرج (انصار) میں جنہیں یمنی قبیلے کہلان کی کثیر التعداد شاخ اذد کی شاخ سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ صحیح بخاری کی تصریح اور علمائے انساب ومستشرقین کے بیانات کی رو سے وہ اسماعیلی عرب ہیں، اور نابت بن اسماعیل کی ذریات سے ہیں اسی طرح قضاعہ کے قبائل کو جو اپنی کثرت تعداد اور دور جاہلیہ، صدر اسلام اور عہد اموی میں امتیاز خاص کے سبب نمایاں رہے ہیں، حمیر بن سبا کی اولاد میں محسوب کر لیا گیا ہے، حالانکہ اکثر علما نے اس ادعا کی تکذیب کی ہے، اسی طرح قبائل کی اسم شماری میں ایک خلط مبحث یہ بھی ہے کہ ایک ہی نام کے دو قبائل بھی موجود ہیں، مثلاً، سدوس، کا قبیلہ بنو بکر بن وائل (ربیعہ) کی شاخ ہے اور اسی نام کا ایک قبیلہ **سدوس**، بنو تمیم (مضر) کی شاخ ہے، اسی طرح غاضرہ نام کے تین قبیلہ، بنو اسد بن خزیمہ بنو صعصعہ اور بنو ثقیف سے ہیں۔

(۷) شہر مکہ اور قریش:-

نام اور وجہ تسمیہ:

مکہ زمانۂ قدیم سے عرب کا نہایت اہم اور حجاز کا مرکزی شہر ہے، اس مقدس شہر کے متعدد نام ہیں، جب ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقام پر اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ

السلام اور اپنی زوجۂ محترمہ حضرت ہاجرہ کو لا ٹھہرایا تھا تو اس کا کوئی نام ظاہر ہے کہ اس وقت نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے انہوں نے اس کی طبعی حالت کی رعایت سے اسے ''وادی غیر ذی زرع'' یعنی ''بن کھیتی کی اجاڑ اور بے آب وگیاہ وادی'' کا نام دیا تھا(۱)۔ اس شہر کا ایک نام ''ام القریٰ'' یعنی تمام بستیوں اور شہروں کی ماں اور اصل'' بھی ہے کہ دوسرے قریے اس کی ذریت، تابع اور اس کے بعد بسے ہیں، (۲)۔ عرب کی سرزمین کہ بے آئین تھی، خوف اور بھوک کی ماری تھی، دعائے خلیلؑ کے طفیل یہ شہر امن وسکون کا گہوارہ بنا، خوف اور بھوک سے یہاں کے رہنے والوں کو نجات ملی، اس لئے اس شہر پاک کا ایک نام ''البلد الامین'' بھی ہے۔(۳) یہ شہر اور اس کے حدود جدال وقتال سے پاک اور فسوق وفجور سے منزہ ہیں، سو اس کا ایک نام ''البلد الحرام'' بھی ہے صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حزیش بن ہلال قُریعی فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقعةَ خالدٍ شهِدتْ وحكّمت سنا بكها على البلدِ الحرام (۴)

غازیوں کے گھوڑے خالد بن ولید کی فتح مکہ کی معرکہ آرائی میں حاضر تھے اور ان کے ٹاپوں نے ''بلد حرام'' یعنی مکہ کی زمین کو روندا تھا

اس شہر کے معروف نام ''مکہ'' کا بھی قرآن مجید میں ذکر ہے(۵) اس مکہ کا ایک تلفظ ''بکہ'' بھی ہے، قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے اسے اس نام سے بھی پکارا ہے(۶)

یونانی عالم بطلیموس نے اس شہر کا نام ''MACORABA'' (مکَرَبہ) لکھا ہے، مشہور فاضل فلپ خوری حتی کا خیال ہے کہ یہ نام آل سبا کے ''MAKURABA'' (مکورابہ) کی ایک شکل ہے جس کے معنی ہیں ''مقدس اور حرم'' یعنی البلد الحرام'' (۷) یہ سبا اولیٰ عرب بائدہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جرہم کا قبیلہ بھی عرب بائدہ کا خاندان ہے، چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد جرہم اور عمالقہ (عرب بائدہ کا ایک اور خاندان) مکہ پر قابض ہوگئے تھے، اس لئے اس شہر سے انہیں بھی ایک گونہ تعلق رہا ہے۔(۸)

طبعی حالات:

مکہ کا شہر جنوبی حجاز کے خطہ تہامہ میں بحر احمر سے تقریباً اڑتالیس میل دور واقع ہے جدہ سے اس کا فاصلہ پینتالیس میل جانب مغرب ہے۔ یہ شہر تنگ اور نشیبی وادی میں ہے، جس کے دونوں طرف خشک اور بنجر پہاڑ ہیں، یہ پہاڑ جبل عرفات، جبل ثور، جبل ابوقبیس اور جبل ثبیر ہیں۔ شہر کے اردگرد متعدد

وادیاں ہیں جن میں زمانۂ اسلام میں نہر زبیدہ وغیرہ نکالی گئیں، آب وہوا کے لحاظ سے مکہ کی کوئی قابلِ رشک حیثیت نہیں، گرمیوں میں سخت گرمی پڑتی ہے ہاں سردیوں میں موسم کسی قدر خوشگوار ہو جاتا ہے، نشیب میں ہونے کی وجہ سے بارش کے زمانے میں جو اگر چہ بہت کم ہوتی ہے، گردونواح کے پہاڑوں سے سیلاب کے تند و تیز ریلے آتے ہیں اور شہر کو بھاری نقصان پہنچاتے ہیں، اس لیئے اس شہر کو بطحا بھی کہا جاتا ہے بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سال قبل ایسے ہی سیلابی ریلے نے شہر میں بڑی تباہی مچائی تھی اور بیت اللہ کی عمارت بھی منہدم ہوگئی تھی جسے قریش نے از سرنو تعمیر کیا تھا، شہر مکہ سطح سمندر سے ۳۳۰ میٹر بلند ہے، اور شرقاً غرباً تیس کلومیٹر طویل اور جنوباً شمالاً دو کلومیٹر عریض ہے، ظہور اسلام کے قریبی زمانے میں مکہ کی جنوبی پہاڑیوں پر قبائل ہذیل کا مسکن تھا اور جنوب کی وادی القریٰ میں متعدد قبائل آباد تھے، شہر کے مضافات یا ظواہر میں قریش کے بعض قبائل رہتے تھے جو ''قریش الظواہر'' کہلاتے تھے، اس کے اطراف میں قریش کے ہم جد قبائل کنانہ بستے تھے، اس طرح ''جبل حبش'' کے دامن میں قبائل ''احابیش'' رہتے تھے۔ شہر کے اندر قریش کا بڑا گروہ جو ''قریش البطائح'' کہلاتا تھا سکونت پذیر تھا۔ (۹)

مکہ کی اہمیت:

مکہ کی اہمیت اس کی طبعی حالت کے سبب نہ تھی، اس کی دینی اہمیت بیت اللہ کے سبب تھی کہ تمام عرب کا روحانی مرکز وہی تھا، اس شہر کی دنیوی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت تھی، یہ اس عظیم شاہراہ پر واقع تھا جسے ''مصالحہ کی شاہ راہ'' کہا جاتا تھا، تجارتی کاروان بحر ہند سے اتر کر یمن کے شہر مآرب پہنچتے، وہاں سے فلسطین کے شہر غزہ اور وہاں سے مصر یا شام اور ایشیائے کوچک تک کاروبار کی غرض سے جاتے تھے اس عظیم شاہ راہ یا امام مبین'' کا ایک اہم پڑاؤ مکہ، بکہ یا ام القریٰ کا شہر تھا، قریش تجارتی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے شہر کے محل وقوع سے فائدہ اٹھا کر اسے بہت بڑا تجارتی مرکز بنا دیا۔ جو ایشیائے کوچک (انقرہ)، شام (دمشق) فلسطین (غزہ) و مصر تک جانے والے تجارتی کاروانوں کے لئے بڑی اہمیت کا مالک بن گیا، یہی نہیں جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں سے تجار مال تجارت لے کر یمن کے ساحلی شہروں پر لنگر انداز ہوتے اور وہاں سے خشکی کا سفر طے کرتے ہوئے ایشیائے کوچک تک جاتے تھے، اس وادئ غیر ذی زرع اور قریۂ غیر ذی ضرع میں کہ زراعت اور چوپائی سے محروم تھی، قریش کو طائف کے پھل یمامہ کا غلہ، یثرب کی کھجور، جنوبی ہند کے مصالحہ، خوشبویات اور فارس، مصر، شام و ایشیائے مغربی کے نفیس ملبوسات و

ظروف بڑی مقدار میں بہم پہنچتے تھے، یہ اثر تھا ابو الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا جس میں انہوں نے اپنی اس ذریت کے لئے ''ثمرات'' کے رزق کی طلب کی تھی، اس طرح اس دعائے خلیل کے ثمرات میں سے یہ بات بھی تھی کہ ارد گرد کے باشندوں کو ان کا گرویدہ ومشتاق بنا دیا گیا۔(۱۰)

قریش کی معاش:

قریش کا پیشہ تجارت تھا اور اس میں مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حصہ لیتی تھی، قصی بن کلاب کے پوتوں، ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل نے ملوک حبشہ، فرمارو ایان یمن، قیاصرۂ روم اور اکاسرہ فارس سے تجارتی راہ داری حاصل کر لی تھی، پھر خفارہ کے تحت اندرون عرب کے شہروں اور بازاروں میں ان کا تجارتی سامان بحفاظت جاتا تھا، عکاظ اور ذوالمجنہ کے بازار تو خاص مکہ کے قریب لگتے تھے مگر ان کے علاوہ یمامہ، خیبر اور دومۃ الجندل وغیرہ کے بازاروں میں وہ کاروبار کرتے تھے، اس طرح قریش کے اکثر شرفا مختلف سامانوں کی دکان کرتے تھے، اور وہی کاروبار ان کے معاشی کا بہت بڑا وسیلہ تھا ہم اس کا ذکر معاشی حالت کے ضمن میں کر چکے ہیں۔(۱۱)

قریش کا مذہب:

مذہبی لحاظ سے قریش حد درجہ گمراہ ہو چکے تھے، دین حنفی کے صرف چند عقائد اور طرق باقی رہ گئے تھے، شرک اور بت پرستی عام تھی، بنو خزاعہ کے رئیس عمرو بن لُحَی نے اپنے زمانۂ تولیت کعبہ میں لاکر رکھے پھر یہ اللہ کا گھر تین سو ساٹھ بتوں کا منڈپ بن گیا، ہم نے اس کی تفصیل اور اوہام واز لام قریش کا ذکر مذہبی حالت کے ضمن میں کسی قدر شرح وبسط سے کیا ہے۔(۱۲)

قریش کے بطون:

قُصی بن کلاب کے زمانہ سے مکہ کے اندرونی (بطائح) اور مضافات (ظواہر) میں قریش آباد تھے، قبائل عرب کی نسلی تقسیم کے ضمن میں ہم نے اسماعیلی یا عدنانی یا شمالی عربوں کی نسلوں کا ذکر کیا ہے، قریش نسل اسماعیلی کے نامور فرد عدنان بن ادد کے خاندان سے تھے، شجرۂ نسب یوں ہے فہر قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔(۱۳)۔

قریش کا شجرۂ نسب : (۱۴)

فهر سے محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم تك:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فہر قریش تک کے نسب کی تفصیل درج ذیل ہے:

		۱۔فہر (قریش)	
	۲۔محارب	۲۔غالب	۲۔حارث
	۳۔تیم الادرم	۳۔لوئ	
	۴۔عامر	۴۔کعب	
	۵۔ھُصَیص	۵۔مُرّہ	۵۔عدی
	۶۔تیم	۶۔کلاب	۶۔یقظہ
	۷۔زُہرہ	۷۔قصیّ (زید)	
۸۔عبدالدار	۸۔عبدقصی	۸۔عبدمناف (مُغیرہ)	۸۔عبدالعزیٰ
۹۔عبدشمس	۹۔ہاشم (عمرو)	۹۔مطلب	۹۔نوفل
	۱۰۔اسد	۱۰۔عبدالمطلب (شیبہ)	

۱۱۔زبیر	۱۱۔ابوطالب	۱۱۔حارث	۱۱۔عبداللہ	۱۱۔ابولہب	۱۱۔حمزہ	۱۱۔عباس

۱۲۔محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

قریش کے بطون کی تفصیل :

فہر قریش کے خاندان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب کی کسی قدر تفصیل، ذیلی شاخوں یعنی بطون کا ذکر، اس عہد کے مشہور اشخاص کے نام اور ان کے باہمی تعلق کا بیان ذیل میں دیا جاتا ہے:

۱۔ غالب کے علاوہ فہر بن مالک کے دو بیٹے اور تھے محارب اور حارث، قریش کے یہ دونوں بطون مکہ کے بیرونی حصے میں رہتے تھے اور قریش الظواہر کہلاتے تھے۔ (حارث) کے خاندان سے

حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت عیاض بن عبد غنم اور عقبہ بن نافع فہری فاتح افریقہ، بدری اصحاب سہیل بن بیضاء، صفوان بن بیضاء کا تعلق ہے۔ (محارب) بن فہر کی نسل سے ضحاک بن قیس، ضرار بن خطاب اور کرز بن جابر صحابہ اور بدری صحابی عمرو بن ابی عمر ہیں۔

۲۔ غالب بن فہر کا ایک بیٹا لوئی بن غالب عمودنسب میں ہے اور اس کی جانشین نسل اسی سے چلی، غالب بن فہر کا دوسرا بیٹا (تیم الادرم) ہے، اسی خاندان سے عبداللہ بن خطل ہیں، بنوتیم الادرم بھی مکہ کے باہر رہتے تھے اور قریش الظواہر کہلاتے تھے۔

۳۔ لوئ بن غالب کا بیٹا کعب بن لوئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جد بزرگ ہے اور یوں عمودنسب میں داخل ہے، لوئ بن غالب کے متعدد بیٹے ہوئے، عامر، سامہ، عوف، خزیمہ اور سعد، مگر کعب کے علاوہ صرف عامر بن لوئ سے قریش کا ایک بطن قائم ہوا۔ (عامر بن لوئ) کا خاندان اس کے دو بیٹوں حسل اور معیص سے چلا۔ (بنومعیص) سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کا تعلق ہے، اسی معیص کے خاندان سے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تعلق بھی ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشہور سپہ سالار بسر ابن ابی ارطاۃ کا خاندان بھی یہی ہے، عامر بن لوئ کے دوسرے بیٹے (حسل) کے گھرانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی ابوسبرہ بن ابی رہم، عبداللہ بن مخرمہ، حاطب بن عمرو، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، وہب بن سعد بن ابی سرح بدری صحابہ کرام کا تعلق ہے۔

۴۔ کعب بن لوئ کا ایک بیٹا مرہ عمودِنسب میں ہے، دوسرے دو بیٹے جن سے خاندان چلے، ہُصیص اور عدی ہیں، (ہُصیص) کے دو پوتوں سہم بن عمرو بن ہصیص اور جمح بن عمرو بن ہصیص سے قریش کے دو مشہور خاندان بنوسہم اور بنوجمح چلے (بنوسہم) سے حضرت عمرؓ کے داماد خُنیس بن حذافہ بدری صحابی ہیں، اسی خاندان سے حضرت ہشام بن عاص اور عمرو بن عاص فاتح مصر کا تعلق ہے، نبوت کے مکی دور میں عاص بن وائل مشہور سردار قریش بنوسہم ہی کا فرد اور ہشام وعمرو کا باپ تھا، دوسرے خاندان (بنوجمح) سے حضرت عثمان بن مظعون، عبداللہ بن مظعون، قدامہ بن مظعون، سائب بن عبداللہ بن مظعون اور معمر بن حارث قدیم الاسلام بدری صحابہ کا تعلق ہے، اسی بنوجمح سے مشہور دشمنانِ اسلام امیہ بن خلف، منبہ بن حجاج اور نبیہ بن حجاج بھی وابستہ ہیں، کعب بن لوئ کے بیٹے (عدی) کے بطن سے مشہور موحد زید بن عمرو، سیدنا عمر فاروق، سیدنا سعید بن زید، معمر بن عبداللہ بن نضلہ اور عدی بن نضلہ کا تعلق ہے، زید بن خطاب، فاطمہ بنت خطاب اور لیلیٰ بنت ابی حثمہ بھی عدی کے گھرانے سے ہیں۔

۵۔ مُرَّہ بن کعب کے تین بیٹے ہیں، کلاب جو عمودِ نسب میں ہے، تیم اور یقظہ (تیم) کے نوادہ سے زمانہ جاہلیت کا رئیس قریش عبداللہ بن جدعان وابستہ ہے، اسی خاندان سے سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا تعلق ہے، اسی خاندان سے حضرت ابوبکر صدیق کی والدہ ام الخیر بھی ہیں، مرَّہ کا ایک بیٹا (یقظہ) ہے۔ اس کا بیٹا (مخزوم) ہے جو قریش کے بااثر کثیر التعداد اور مالدار بطن کا پدر اول ہے، یقظہ کے خاندان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی فاطمہ بن عمرو، حضرت عمرؓ، کی والدہ حنتمہ بن ہشام کا تعلق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو پھوپھیاں بَرَّہ اور عاتکہ بھی بنومخزدم میں بیاہی گئی تھیں، رئیس قریش ولید بن مغیرہ اور ابوامیہ بن مغیرہ بھی بنومخزوم سے تھے۔ اسلام کی مخالفت میں فرعونِ امت محمد یہ ابوجہل عمرو بن ہشام بھی مخزومی تھا، فاتح شام حضرت خالد بن ولید، قدیم الاسلام حضرت ابوسلمہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ولید بن ولید، حضرت عیاش بن ابی ربیعہ بھی بنومخزوم ہی کے فرد ہیں، دشمن اسلام ابوقیس بن فاکہہ، زہیر بن ابی امیہ وہبیرہ بن ابی وہب بھی مخزومی ہیں، ابتدا میں دشمن اسلام مگر بعد میں سرفردش اسلام کی حیثیت سے شہرت پانے والوں میں عبداللہ بن ابی ربیعہ، حارث بن ہشام اور عکرمہ بن عمرو بن ہشام کا نسبی سلسلہ بنومخزوم ہی سے ملتا ہے، دارارقم کے مالک ارقم بن ابی ارقم بھی مخزومی ہیں۔

۶۔ کلاب بن مرہ بن کعب کے دو بیٹے ہوئے، ایک قصی زید اور دوسرا زہرہ مغیرہ۔ قصی عمود نسب میں ہے، (زہرہ) کی نسل سے جو خاندان چلا وہ بنوزہرہ کہلاتا ہے اس خاندان کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ سید اولادِ آدم علیہ السلام کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب اس سے تعلق رکھتی ہیں، عشرہ مبشرہ میں حضرت عبدالرحمان بن عوف اور فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص اسی گھرانے کے افراد ہیں۔

۷۔ قُصی بن کلاب بن مرہ کے چار بیٹے صاحب اولاد اور سربراہ خاندان ہوئے ہیں یہ ہیں عبدمناف مغیرہ، عبدالدار، عبدالعزیٰ اور عبدقصی، عبدمناف مغیرہ عمودِ نسب میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے دادا ہیں، اولادِ قصی کا ذکر ہم کسی قدر تفصیل سے رسول اللہ ﷺ کے آباءِ کرام کے بیان میں کرینگے، یہاں صرف ان کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، (عبدالدار بن قصی) کی نسل کے جن لوگوں کو اسلام کی عداوت کی وجہ سے دنیا نے یاد رکھا، ان میں نُضر بن حارث کا نام نمایاں ہے، اسلام کے جاں نثاروں میں مصعب الخیر بن عمیر علم بردار رسول ﷺ اور سویبط بن سعد بدری صحابہ ہیں، اسی خاندان کے ایک فرد عثمان بن طلحہ کو فتح مکہ کے دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی کنجیاں عطا فرمائی تھیں اور بیت اللہ کی ''کلید برداری'' کا شرف ان کی اولاد کو آج تک حاصل ہے اور مخبر صادق

علیہ اسلام کی بشارت کی رو سے قیامت تک یہ شرف اسی خاندان کو حاصل رہے گا، (عبد العزیٰ) کے خاندان سے ام المومنین حضرت خدیجہ، مبشر بالجنۃ حضرت زبیر بن عوام اور سابق الاسلام اسود بن نوفل بن خویلد کا تعلق ہے، اسی خاندان سے ورقہ بن نوفل بن خویلد تھے، ابوالبختری بھی بنو عبد العزیٰ سے تھا جو اپنی رواداری اور مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لئے مشہور تھا، اسی خاندان سے حضرت حکیم بن حزام بن خویلد بھی تھے، مشہور دشمن رسول اللہ ﷺ اسود بن مطلب بھی اسی بطن سے وابستہ تھا، قصی کے چوتھے بیٹے (عبد قصی) کی نسل میں حضرت طلیب بن عمیرؓ ہیں جو نہایت قدیم الاسلام صحابی ہیں۔

۸۔ عبد مناف مغیرہ بن قصی کے چار بیٹے تھے، ان میں ہاشم عمرو عمو دِ نسب میں ہے، بقیہ تین بیٹے ہیں، عبد شمس، مُطلب اور نوفل۔ ان سبھوں سے نسلیں چلیں، ان کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، (عبد شمس) کے جو بیٹے نامور ہوئے اور ان سے نسل چلی چار ہیں۔ ان میں (ربیعہ) بن عبد شمس دشمنانِ اسلام عتبہ اور شیبہ کا باپ ہے، قدیم الاسلام صحابی حضرت ابو حذیفہ بھی اسی خاندان سے ہیں، حضرت امیر معاویہ کی والدہ حضرت ہند بن عتبہ کا بھی یہی خاندان ہے، عبد شمس کا بیٹا (حبیب) اُس سلسلہ کا بانی ہے جس سے فاتح خراسان حضرت عبد اللہ بن عامر اور فاتح سیستان و کابل حضرت عبد الرحمان بن سمرہ کا تعلق ہے، حضرت عثمان غنی کی والدہ اُروی بنت کریز بھی اسی خاندان سے ہیں، عبد المطلب کی بیٹی ام الحکیم بیضا اسی خاندان میں بیاہی گئی ہیں، عبد شمس کا ایک بیٹا (عبد العزیٰ) ہے۔ اس کی نسل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت ابو العاص بن ربیع ہیں، مگر عبد شمس کے جس بیٹے کو ناموری اور شہرت ملی اور جس کا خاندان بہت پھیلا وہ (امیہ اکبر) ہے۔ اس کے دس بیٹے ہوئے، حرب، ابو حرب، سفیان، ابوسفیان، عمرو، ابو عمرو، عاص، ابو العاص، عیص، ابو العیص۔ حرب کی نسل میں ابوسفیان، یزید بن ابی سفیان، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم ہیں۔ ابو عمرو کی اولاد میں مشہور دشمن اسلام عُقبہ بن ابی معیط ہے (عاص) کی نسل میں دشمن اسلام ابواحیحہ سعید بن عاص ہے اور سابق الایمان اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے خالد بن سعید اور عمرو بن سعید اس کے بیٹے ہیں۔ (ابو العاص) کی اولاد میں حضرت عثمان بن عفان ہیں، حکم بن ابی العاص والدِ مروان بن حکم بانی خلفائے امویہ دمشق و قرطبہ کا یہی خاندان ہے۔ (ابو العیص) کی نسل میں حضرت عتاب بن اسید اور خالد بن اسید ہیں، یہ عَتَّاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مکہ کے گورنر تھے، امیہ اکبر کے باقی بیٹوں کی نسل منقطع ہوگئی، عبد مناف کے بیٹے (مطلب) کی اولاد میں بدری صحابہ حضرت عبیدہ بن حارث، طفیل بن حارث، حصین بن حارث اور مسطح

بن اُثاثہ ہیں، اس خاندان سے قریش کا مشہور تن ساز رُکانہ بن عبد یزید بھی ہے۔ عبد مناف کے چوتھے بیٹے (نوفلؔ) کے خانوادے سے مشہور دشمن اسلام طعیمہ بن عدی ہے، اسی خاندان کا سردار مطعم بن عدی ہر چندکہ اسلام نہ لایا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمدرد تھا۔

۹۔ ہاشم بن عبدمناف کے بیٹے عبدالمطلب عمودِ نسب میں ہیں۔ دوسرا بیٹا ل (اسدؔ) ہے جس کی صاحب زادی حضرت فاطمہ بن اسد ہیں جو حضرت علی کی والدہ ہیں، ہاشم کی نسل صرف ان کے بیٹے عبدالمطلب سے چلی۔

۱۰۔ عبدالمطلب بن ہاشم کے دس بیٹے ہوئے، ہم ان سب کا ذکر آبائے رسول کے عنوان کے تحت کریں گے، یہاں اسکا صرف اجمالی ذکر کیا جاتا ہے (جناب عبداللہؔ) کے صاحبزادے امام الانبیاء والرسل، فخر کائنات ونخبۂ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (زبیرؔ) آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچاؤں میں سب سے بڑے ہیں۔ ان کے بیٹے عبداللہ بن زبیر بن عبدالمطلب مسلمان ہوئے مگر انہیں کوئی شہرت حاصل نہ ہوئی اوران کی نسل منقطع ہوگئی۔ (حارثؔ) عبدالمطلب کا سب سے بڑا بیٹا تھا باپ کی زندگی ہی میں مرگیا، اس کی اولاد میں ابوسفیان بن حارث، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا اور آپ کی ہجو لکھتا تھا، فتح مکہ کے زمانے میں اسلام لایا، اس کے کئی بھائی اور تھے، (ابولہبؔ) کا نام عبدالعزیٰ تھا، اسلام دشمنی میں سب سے بڑھا ہوا تھا، قرآن نے سورۂ لہب میں اس کی شقاوت پر مہر لگادی ہے، اس کے بیٹوں میں عتبہ اور عتیبہ اور معتب تھے، ان میں سے آخرالذکر نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا، (حمزہؓ) اسد اللہ واسد الرسول ہیں، مکہ میں اسلام لائے، غزوۂ احد میں شہید ہوئے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی اور خالہ زاد بھائی بھی ہیں، ان کے بیٹے عمارہ تھے جن سے نسل نہ چلی۔ (عباسؓ) بن عبدالمطلب فتح مکہ سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے، ان کے بیٹوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت واہمیت حاصل ہے، خلفائے بنوعباس انہیں کے پوتے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد ہیں (ابوطالبؔ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں، اسلام کے مکی دور میں وہی بنو ہاشم کے شیخ قبیلہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی وناصر بھی وہی تھے، ان کے چار بیٹوں میں طالب نے اسلام قبول نہ کیا، عقیلؓ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے، جعفرؓ نہایت قدیم الاسلام ومہاجرین حبشہ میں شامل ہیں اور حضرت علیؓ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں۔

مکہ کی شہری ریاست:

شہر مکہ کی آبادی اور قدامت کے ساتھ اس کی آب وہوا، اس کے باشندوں کی معاشی جدوجہد، ان کی مذہبی گمراہی اور دین حنیفی سے ان کی روگردانی کا کسی قدر ذکر صفحاتِ گزشتہ میں کیا گیا، مکہ کے باشندے کہ بانی شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں تھے، اور قیدار بن اسماعیل سے رشتۂ خون میں پیوند وہم رشتہ تھے، عرب مستعربہ میں شمار کئے گئے ہیں، وطن کے لحاظ سے شمالی عرب اور پدر اول کی نسبت سے اسماعیلی اور بعد ازاں عدنانی کہلاتے ہیں، عدنان کی نسل مُضر سے ان کا تعلق ہے اور ان کا نامور سلف فہر قریش بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خذیمہ بن مدرکہ بن الیاس ابن مضر ہے، فہر کا لقب قریش تھا اور اس نسبت سے مکہ کے باشندے قریشی کہلاتے ہیں، قریش کے نام سے ان کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے (۱۵)، ہم نے قریش کے تشعب اور بطون کا بھی گزشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے، لیکن قریش کا کوئی بیان اس شہری ریاست کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں کہا جاسکتا جو قریش کے نامور فرد قصی بن کلاب بن مرہ نے قائم کی تھی اور جس کی بنیاد شورائیت اور تعاون باہمی پر تھی، قصی نے اپنا بچپن بنوعذرہ کے درمیان شام میں گزارا تھا، پھر تجارتی سفروں کے سلسلہ میں وہ مصر وایشیائے کوچک بھی جاتا تھا اور فارس کے حکمرانوں سے بھی اسے یک گونہ تعلق رہا تھا، اس لئے اس عہد کی متمدن اقوام سے اس کا اور نیز اس کے اہل قبیلہ کا رابطہ تھا، اس نے ان تجربات کی روشنی میں اپنے آبائی شہر میں اہل خاندان کو جمع کرنے کے بعد ایک منظم اور ترقی یافتہ ریاست قائم کی، ہم سطور آئندہ میں اسی کا ذکر کریں گے (۱۶)

قُصَیّ بن کلاب:

پانچویں صدی عیسوی کے آغاز میں قریش کے اس جواں مرد قصی بن کلاب بن مرہ نے بنوخزاعہ کے سردار حلیل بن حبشہ کی موت کے بعد اپنے خاندان والوں کی مدد سے شہر پر قبضہ کرلیا اور بنوخزاعہ کو وہاں سے نکال باہر کیا، اس طور سے ایک طویل عرصے کے بعد قریش کو خانہ کعبہ کی تولیت اور شہر مکہ کی سیادت، کہ ان کی میراث تھی، ملی اس نے قریش کے ایک بڑے گروہ کو بیرونِ شہر میں آباد کیا، یہ لوگ قریش الظواہر کہلائے، مگر قبیلے کی غالب اکثریت کو شہر کے اندر، مختلف محلوں میں بسایا یہ لوگ ''قریش البطائح'' کہلائے، شہر کی پہاڑیوں میں کنانہ کے بعض قبائل کی بستیاں بھی قصی نے بسائیں خصوصاً جبل حبش پر، یہ لوگ ''احابیش'' کہلائے، اس نے

مکہ میں پختہ پتھر کے مکانات بنائے اور خانہ کعبہ کے متصل ''دارالندوہ'' تعمیر کیا اور ایک شہری ریاست قائم کی (۱۷) جو ایتھنز اور اسپارٹا کے طرز پر تھی، ان یونانی ریاستوں کی طرح مکہ کے اطراف بھی ایک ماتحت سرزمین تھی جسے حرم کہتے تھے اور جو تخمیناً سوا سو مربع میل پر مشتمل تھی (۱۸)۔ اس شہری ریاست میں سولہ عہدے تھے جو قریش کے دس بطون (شاخوں) میں منقسم تھے، ظہورِ اسلام کے وقت ان کی تفصیل یوں تھی۔

نمبر شمار	نام عہدہ	توضیح عہدہ	نام قبیلۂ عہدہ دار
		(۱۔ مذہبی عہدے)	
۱۔	سقایۃ	حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام	بنو ہاشم
۲۔	عمارۃ (البیت)	خانہ کعبہ کا عمومی انتظام	بنو ہاشم
۳۔	رِفادۃ	حاجیوں کے لئے کھانے کا انتظام	بنو نوفل
۴۔	سدانۃ	خانہ کعبہ کی پروہتی اور کلید برداری	بنو عبدالدار
۵۔	حجابۃ	خانہ کعبہ کی دربانی اور رکھوالی	بنو عبدالدار
۶۔	ایسار	بتوں سے استخارے کی خدمت	بنو جمح
۷۔	أموال محجرۃ	بتوں کے نذرانوں اور جائدادوں کا انتظام	بنو سہم
		(۲۔ عدالتی عہدے)	
۸۔	ندوۃ	دارالندوہ یعنی مشورہ گاہ کا انتظام	بنو عبدالدار
۹۔	مشورۃ	امورِ مہمہ میں مشورہ لینا	بنو اسد (بن عبد العزیٰ)
۱۰۔	أشناق	خون بہا، جرمانہ اور تاوان کا انتظام	بنو تیم
۱۱۔	حکومۃ	مقدمات کا فیصلہ کرنا	بنو سہم
		(۳۔ جنگی عہدے)	
۱۲۔	عُقاب (لواء)	نشانِ قومی کی علم برداری	بنو عبدالدار
۱۳۔	قبۃ	فوجی معسکر اور سامانِ جنگ کا انتظام	بنو مخزوم
۱۴۔	أعِنّۃ	سواروں کے رسالے کی سپہ سالاری	بنو مخزوم
۱۵۔	سفارت	سفارت اور قبائل کے مقابلے میں منافرت	بنو عدی

۱۶۔	قیادت	فوج کی سپہ سالاری	بنوعبدشمس (بنوامیہ وبنوربیعہ (۱۹)

مندرجہ بالاعہدوں کےعلاوہ ڈاکٹرمحمدحمیداللہ صاحب نے ذیل میں درج کئے ہوئے عہدوں کا بھی تذکرہ کیا ہے:

نمبرشمار	نام عہدہ	توضیح عہدہ	نام قبیلۂ عہدہ دار	نوعیت عہدہ
۱۷۔	حلوان النضر	خانۂ کعبہ پر چڑھاوے کی شیرینی	بنو ہاشم	مذہبی
۱۸۔	نسی	(ہر تیسرے سال تیرہویں مہینے کا بطور کبیسہ اضافہ کرنا اور اس کا اعلان کرنا)		مذہبی
۱۹۔	افاضۃ			
۲۰۔	اجازۃ (۲۰)			

دارالندوہ:

اس شہری ریاست کا ایوان حکومت دارالندوہ تھا۔قریش اس میں بیٹھ کر باہمی مشورے سے ہرقسم کے اجتماعی تجارتی، عدالتی اور سیاسی معاملات کے فیصلے کرتے تھے،اس کا دروازہ بیت اللہ کی جانب کھلتا تھا۔قریش اعلان جنگ کرتے تو علم جنگ یہیں بلند کیا جاتا تھا۔تجارت کے قافلے روانگی سے پہلے یہیں آتے ،اور جب واپس آتے تو یہاں حاضری دے کر اپنے اپنے گھروں کو جاتے تھے، دارالندوہ کی رکنیت کی عمر چالیس سال تھی صرف قصی کے بیٹے اس سے مستثنٰی تھے۔(۲۱)

النادی:

قریش کے مختلف بطون مکہ کے مختلف محلوں میں آباد تھے، ہر محلے کی ایک الگ مجلس محلّہ ہوتی تھی جس کو النادی کہتے تھے۔(۲۲)

حجاج کی ضیافت:

قریش ہرسال اپنے مال میں سے ایک رقم نکال کر علیحدہ کردیتے تھے جس سے ایام حج میں مکہ اور منیٰ کے مقامات پر حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا تھا، اس محصول کو رفادہ کہتے تھے۔ (۲۳)۔اس طرح سے ایک جماعت اس بات پر مقرر تھی کہ خانہ کعبہ میں شوروغل اور گالی یا جھگڑا نہ ہونے پایا

جائے اور ایسا کرنیوالوں کو یہ جماعت سزا دیتی تھی۔ (۲۴)

قریش کی تمدنی برتری:

قریش کی اس شہری ریاست اور اس ہیئت ترکیبی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک منظم اور باقاعدہ نظام قائم کیا تھا جو زندگی کے تمام امور پر محتوی تھا، سیاسی، جنگی، عدالتی، مذہبی اور اجتماعی امور مشورہ باہمی سے انجام پاتے تھے اور قریش تمدن کے لحاظ سے اس عہد کی دوسری قوموں سے پیچھے نہ تھے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) جغرافیائی حالات:

(۱) جنوب مغربی ایشیا میں واقع ملک عرب گو جزیرہ نما ہے اور اس کے تین سمت سمندر اور چوتھی سمت خشکی ہے، مگر اہل عرب اسے عموماً جزیرۃ العرب کہتے ہیں، اس کے حدود داربعہ کی تحدیدیوں کی گئی ہے کہ مغرب میں بحر احمر (Rad Sea) مشرق میں خلیج فارس و بحر عمان (Persian Guif and Sea of Aman) جنوب میں بحر ہند (India Ceean) اور شمال میں بادیہ شام (The Syrian Desert) ہے، (The Encyclopaedia of Islam vol 1 Leydon 1960 PP 533-534) ابوعبداللہ یاقوت حموی، معجم البلدان، مطبعہ سعادۃ، مصر ۱۳۲۴ھ ج ۵، ص ۵۹ تا ۶۱۔

(2) (The Encyclopaedia of Islam vol 1 P53)

۳۔ سید سلیمان ندوی، ارض القرآن جلد دوم، مطبعہ معارف، اعظم گڑھ ۱۹۱۸ء ص ۱۱۸، وڈاکٹر جواد علی، تاریخ العرب قبل الاسلام، مطبعہ المجمع العلمی العراقی، بغداد ۱۹۷۲ء ج ۸، ص ۸۔

(4) (Encylopaedia of Islam Vol 1 p 537-39)

(5) (Encylopaedia of Britanica Vol 2 P P 173 Chion80 1949)

(۶) ابومحمد حسن بن احمد بن یعقوب ہمدانی، صفۃ جزیرۃ العرب، مطبعہ سعادۃ، مصر، ۱۹۵۳ء، ص ۵۰۔

(۷) معجم البلدان، ج ۶، ص ۶۰، وصفۃ جزیرۃ العرب ص ۱۷۰، ۱۷۱

(۸) معجم البلدان۔ ج ۸، ص ۲۵۳ وصفۃ جزیرۃ العرب، ص ۱۵۵،

(۹) معجم البلدان، ج ۸، ص ۲۵۹ و ۵۲۲ وصفۃ جزیرۃ العرب ص ۵۱۔ ۸۵ واحمد بن واضح یعقوبی، کتاب البلدان مطبعہ حیدریہ، نجف، ۱۳۷۷ھ ص ۷۷۔

(۱۰) یعقوبی کے بیان کے مطابق پورا یمن ۸۴ مخالیف میں منقسم تھا مخلاف گاؤں اور قصبوں کے مجموعے کو کہتے ہیں،

ان مخالیف میں مشہور یہ تھے ذمار، جرش صعدۃ، حجر، معافر، مارب، زبید، حضرموت (کتاب البلدان، ص ۷۶)

(۱۱) معجم البلدان: ج ۳: ص ۲۲، ۲۱۸ ص وصفۃ، جزیرۃ العرب میں، ۱۳۰۔

(۱۲) ارض القرآن، ج ۱، ص ۱۰۲۔۱۰۰۔

(۲) سیاسی حالات:

(1) (Encylopaedia of Britanica Vol II P 177)

(2) (Encylopaedia of Britanica Vol XVII P 765- 772)

(۳) الملک المؤید عماد الدین اسماعیل ابوالفدا حموی، المختصر فی اخبار البشر، مطبوعہ حسینیہ، مصر ۱۳۲۶ھ ج ۱ ص ۹۹۔

(۴) عرب بائدہ میں سے عاد نے حضرموت میں، ثمود نے حجاز میں، طسم وجدیس نے یمامہ میں متمدن سلطنتیں قائم کیں۔ (ارض القرآن، ج ۱ ص ۱۳۱ و مابعد)۔

(۵) عراق میں جو حکومت عرب بائدہ کی قائم ہوئی وہ نہایت شاندار تھی، چنانچہ دنیائے قدیم کا عظیم مقنن حمورابی بھی انہیں سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح مصر میں عمالقہ کی حکومت قائم ہوئی اور یہ ہائیکسوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے تاریخ مصر قدیم میں مشہور ہیں (ارض القرآن، ج ۱ ص ۱۴۳، ۱۴۴ و ۱۵۰)

(۶) عبدالملک ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۱ ص ۱۹۔۳۷، مطبوعہ مصطفیٰ بابی حلبی، مصر ۱۳۵۵ھ و محمد بن جریر طبری، تاریخ الرسل والملوک ج ۲، ص ۱۰۵۔۱۲۳ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۹۶۱ء و ابوعلی مرزوقی، الازمنہ والامکنہ، ج ۲، ص ۱۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ۔

(۷) عز الدین علی ابن اثیر جزری، الکامل فی التاریخ، ج ۱ ص ۲۵۲ و ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق ۱۳۴۸ھ/ قرآنِ حکیم کی سورۂ البروج آیت ۴۔۸، میں بھی اس واقعے کا تذکرہ اور تبع یمن، جسے اصحاب الاخدود (کھائی یا گڈھے والے) کہا گیا ہے کے قتل اور آل حمیر کے زوال کا ذکر ہے۔

(۸) ابن اثیر ۱: ۲۵۲ و ۲۵۳ و نیز ۲۶۰۔۲۶۳ (ملخصاً) ابن ہشام ۱: ۱۷ والقرآن سورۂ فیل۔

(۹) عبدالرحمٰن بن خلدون، العبر ودیوان المبتداء والخبر، ج ۲ ص ۶۳ و ۶۴، مطبوعہ بولاق، مصر ۱۲۸۴ھ ابن اثیر ۱، ۳۶۳ تا ۳۶۵۔

(۱۰) ابن ہشام ۱: ۱۷ و تاریخ طبری ۲، ۱۴۸

(۱۱) تاریخ طبری ۲، ۱۴۹ اور (The Encylopaedia of Britanica Vol II P.178)

(۱۲) ابن اثیر ۱، ۳۰۰، ۳۱۰ و ۳۱۱ (ملخصاً)

(۱۳) جرجی زیدان، العرب قبل الاسلام، ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الہلال مصر (طبع جدید) تعلیق ڈاکٹر حسین مونس۔

(۱۴) ابن اثیر، ۱، ۲۹۵۔

(۱۵) ابوالفداء، ۱: ۷۹۔

(۱۶) ابن اثیر، ۱: ۲۷۵، ۲۷۶، (ملخصاً)

(۱۷) ابن اثیر، ۱: ۳۱۲، ۳۲۴ (ملخصاً)

(۱۸) ابوالفداء، ۱: ۷۸، و۷۹، ابن اثیر، ۱: ۳۴۳۔ ۳۵۴ (ملخصاً)

(۱۹) ابن ہشام، ۱: ۱۹۵۔ ۱۹۸، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۲۶ تا ۱۲۸، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۷۷ھ

(۲۰) تاریخ طبری، ۲: ۱۹۳۔ ۲۱۲ و ابن اثیر، ۱: ۲۸۵۔ ۲۹۱ (ملخصاً)

(۲۱) تاریخ ابن خلدون، ۲: ۲۷۹۔ ۲۸۳۔ (ملخصاً)

(۲۲) ارض القرآن، ۲: ۸۸۔ ابن قتیبہ، المعارف ص ۶۴۰، ۶۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربی، مصر ۱۹۶۰ء، ابوالفداء، ۱: ۷۲، دنولدکی، امراء غسان (ترجمہ عربی از جوزی وزریق)، بیروت ۱۹۳۴ء ص ۳ و مابعد۔

(۲۳) ابن ایثر، ۱: ۲۹۲ و ۲۹۳ و تاریخ ابن خلدون، ۲: ۲۶۲۔ ۲۷۱، (ملخصاً) ابوالفداء، ۱: ۷۰،

(۲۴) ابوالفداء، ۱: ۷۴ و تاریخ ابن خلدون، ۲: ۲۷۳۔ ۲۷۶۔

(۳) معاشی حالات:

(۱) سید سلیمان ندوی، لغات جدیدہ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۳۷ء و ارض القرآن ۲، ۱۳۰۔

(۲) الازمنہ والامکنہ، ۲، ۱۶۶۔ ۱۶۸، ابن سعد ۱، ۱۲۶ و ۱۲۷۔

(۳) طبری، ۲، ۲۵۲ و ابن سعد، ۱، ۷۳، ۷۵۔

(۴) القرآن سورۂ قریش و ارض القرآن ۲، ۱۳۶، ۱۳۸۔

(۵) الازمنہ والامکنہ، ۲، ۱۶۱ و مابعد۔

(۶) ارض القرآن، ۱، ۲۵۳، و مابعد، القرآن سورۂ سبا آیت ۱۵۔

(۷) ارض القرآن ۲، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۴۰ و (P.K. Hitti History of the Arabs, New york. 1958 PP 17-22)

(۸) ارض القرآن ۲، ۱۳۱ و مابعد و المعارف ص ۵۷۵ و ۵۷۶۔

(9) History of the Arabs, PP.20-21

(10) History of the Arabs, PP.25-27

(۴) مذہبی حالات:

(۱) جرجی زیدان تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۱، ص ۳۲۔ محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب، مطبوعہ دار الکتاب العربی مصر ۱۳۴۳ھ، ج ۱، ص ۱۵۔

(۲) ابوعبداللہ زوزنی، شرح المعلقات السبع، مطبع مصطفیٰ بابی حلبی مصر ۱۳۷۹، ص ۱۳۶۔

(3) History of the Arabs P.87

(۴) بلوغ الارب، ج ۲،ص ۲۸۶ و P K Hitti. P.87

(۵) سورۃ الجاثیہ، آیت ۲۴

(۶) سورۃ یٰسین ۷۸۔

(۷) سورۃ الصافات، آیت ۱۶، ۱۷۔

(۸) عبدالکریم شہرستانی، الملل والنحل، مطبوعہ مصطفیٰ بابی حلبی مصر ۱۳۸۱ء ج ۲، ص ۲۳۶۔

(۹) سورۃ الفرقان، آیت ۴۔

(۱۰) سورۃ اسرا، ۹۴۔

(۱۱) الملل والنحل، ج ۲، ص ۲۳۷، و بلوغ الارب ج ۲۔ص ۳۱۱۔

(۱۲) سورۃ النجم آیت ۲۷۔

(۱۳) بلوغ الارب ج ۲، ص ۲۰۷۔

(۱۴) ایضاً ج ۲، ص ۳۴۰۔

(۱۵) قبیلہ بنوعمرو بن یربوع کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی ماں ایک چڑیل تھی جس سے ان کے باپ نے شادی کر لی تھی، قبیلہ جرہم کے بارے میں یہ داستان تراشی گئی ہے کہ ان کا باپ ایک فرشتہ تھا جسے نافرمانی کی پاداش میں زمین پر پھینک دیا گیا تھا، مشہور جاہلی شاعر عبید بن ابرص کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ سفر شام کے دوران میں ایک مردِ شجاع سے اس کی ملاقات ہوئی جو پیاس سے بے حال تھا اس نے اسے پانی پلایا اور اپنی راہ لی واپسی پر اس کا اونٹ گم ہو گیا وہ سنسان بیابان میں سرگرداں تھا کہ اس مردِ شجاع کی قوت سے جو دراصل جن تھا اس کا اونٹ مل گیا اور وہ اس پر سوار ہو کر چشم زدن میں بیس مرحلے کی طویل مسافت طے کر کے اپنے گھر پہنچ گیا۔ (بلوغ الارب ج ۲، ص ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۸، ۳۵۵)۔

(۱۵الف) سورۃ انعام، آیت ،۱۰۰۔

(۱۶) ارض القرآن ج ۲، ص ۲۰۱۔

(۱۷) ابن ہشام، ج ۱، ص ۷۸ و ۷۹،

(۱۸) ارض القرآن، ج ۲، ص ۱۱۳۔

(۱۹) ابن ہشام، ج ۱، ص ۷۷، ۷۸،

(۲۰) ابوالفداء، ج ۱، ص ۱۰۱،

(۲۱) ارض القرآن ج ۱، ص ۱۱۳۔

(۲۲) ایضاً، ص ۱۳۰۔

(۲۳) ایضا، ج ۲، ص ۱۶۳

(۲۴) ایضاً، ص ۱۷۶، ۱۷۹

(۲۵) ارض القرآن، ج ۲، ص ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۸۹۔

(۲۶) ابن ہشام، ج ۱، ص ۸۹۔ ۹۰، ۹۱۔

(۲۷) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۱۱۔

(۲۸) یاقوت حموی، معجم البدان، مطبوعہ سعادت مصر ۱۹۰۶، ج ۷، ص ۴۱۲،

(۲۹) ایضاً، ج ۷، ص ۱۵۶

(۳۰) ایضاً، ج ۳، ص ۱۲۲،

(۳۱) ایضاً، ج ۴، ص ۱۲۵،

(۳۲) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۲۱۔

(۳۳) ارض القرآن ج ۲ ص ۱۸۱

(۳۴) معجم البلدان ج ۶، ص ۳۰۱

(۳۵) ابن ہشام، ج ۱، ص ۵۹۔

(۳۶) ابن ہشام، ج ۱، ص ۸۸۔

(۳۷) معجم البلدان ج ۷، ص ۱۵۶،

(۳۸) ابن ہشام، ج ۱، ص ۸۸، ۸۹۔

(۳۹) سورۂ آل عمران آیت، ۹۶ والبقرہ آیت، ۱۲۰ والملل والنحل ج ۲، ص ۳۳۲، ۳۳۳۔

(۴۰) ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۴۔

(۴۱) ارض القرآن ج ۲ ص ۱۹۷۔

(۴۲) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، مطبوعہ اردو اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۱ء، ج ۱ ص ۴۵، ۵۸۔

(۴۳) عربوں کا قاعدہ یہ تھا کہ ہر تیسرے سال ایک تیرہویں مہینہ کا اضافہ کرتے تھے جو ذوالحجہ اور محرم کے درمیان ہوتا تھا، اس کا اعلان حج کے موقع پر کیا جاتا تھا، یہ اضافہ شدہ مہینہ حرام نہ ہوتا تھا، اس لئے اس کی وجہ سے تین حرام مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کا تسلسل ٹوٹ جاتا، حرام مہینوں کی تعداد پوری کرنے کے لئے آئندہ مہینے یعنی صفر کو حرام قرار دیتے تھے جو عام حالات میں حرام مہینہ نہ تھا، نسئی کے متعلق ارشاد باری ہے **انما النسئی زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاماً و یحرمونه عامًا لیواطؤا عدة ماحرم الله فیحلوا ما حرم الله** بیشک نسئی کفر میں اور ترقی ہے جس سے کفار گمراہ ہوتے ہیں وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کرلیں، پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں (الملل والنحل ج ۲ ص ۲۴۸، ابن ہشام، ج ۱ ص ۴۵، الازمنہ والامکنہ، ج ۱ ص ۸۸۔ ۹۰، القرآن سورۂ توبہ آیت ۳۷)۔

(۴۴) قریش کا قاعدہ تھا کہ جنگ سفر، شادی، بیاہ، ختنہ، تعمیر، دیت، کنویں کی کھدائی، دفن واثباتِ نسب کے امور درپیش ہوتے تو اپنے معبودِ اعظم ہبل کے پاس سو درم اور ایک قربانی کا جانور لے کر جاتے ان چیزوں کو فال نکالنے والے شخص کو دیتے اور اس سے فال نکالنے کی استدعا کرتے جس شخص سے متعلق فیصلہ چاہتے اسے بُت کے سامنے کرتے اور کہتے اے ہمارے معبود یہ فلاں ابن فلاں ہے ہم نے اس کے بارے میں ایسا ارادہ کیا ہے اس لئے اس کے متعلق سچی بات ظاہر کردے، پھر فال والے سے کہتے کہ فال نکال اور وہ جو فال نکالتا اس پر عمل کرتے، فال کے مقصد سے ہبل کے پاس سات پیالے تھے، جن پر ایک پر دیت دوسرے پر ہاں، تیسرے پر نہیں، چوتھے پر تم میں سے، پانچویں پر مجہول النسب، چھٹے پر تمہارے غیروں میں سے، اور ساتویں پر پانی یا چشمہ، تحریر تھا اور اس مضمون کی پرچیاں ان پیالوں پر رکھی ہوتی تھیں حسب ضرورت متعلقہ پیالوں سے فال نکالی جاتی تھی، (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام ج۱، ۱۶۰، ۱۶۱، وبلوغ الارب ج۳، ص ۶۶، ۶۷)

(۴۵) ابن ہشام ج۱، ص۴،

(۴۶) الملل والنحل ج۲، ص۱۲۸۔

(۴۷) سورۂ انعام ۱۳۶۔

(۴۸) ابن ہشام، ج۱، ص۸۳۔

(۴۹) ابن ہشام ج۱، ص ۸۸، ۸۹، وبلوغ الارب ج۲ ص۲۰۷ وج۳ ص ۶۷۔

(۵۰) تاریخ طبری، ج۳، ص۱۰۰،

(۵۱) ابن ہشام، ج۱، ص۸۵۔

(۵۲) الملل والنحل، ج۲، ص۲۴۴، ایسے اونٹ یا اونٹنی کو ''بلیۃ'' کہتے تھے مرنے کے بعد کبھی کبھی اسے جلا بھی دیتے تھے۔ (بلوغ الارب ج۲، ص۳۰۷)۔

(۵۳تا۵۶) بلوغ الارب ج۲، ص۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۴۴، ۳۶۰، (بالترتیب)

(۵۷تا۶۰) بلوغ الارب، ج۲، ص۳۰۳، ۳۰۴، ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۹، ۳۴۴، ۳۶۰ (بالترتیب)

(۶۱) بلوغ الارب، ج۲، ص۲۰،

(۶۲) ایضاً، ج۲، ص۳۲۱۔

(۶۳) بحیرہ وغیرہ کی تعریف میں شدید اختلافات ہیں، مگر تمام تعریفوں کا ماحصل یہی ہے کہ کثرت اولاد کی بنا پر اونٹنی کو کچھ مراعات دیدی جاتی تھیں اور اس کے علاوہ ان جانوروں کی حیثیت بتوں کے چڑھاوے کی ہوتی تھی اور ان کو احتراماً آزاد کردیا جاتا تھا، (بلوغ الارب، ج۳، ص۳۶۰)

(۶۴) سائبہ کی تعریف میں بھی اختلافات ہیں یہ اونٹ یا اونٹنی بتوں کے پروہتوں کو بطور نذر دیئے جاتے تھے۔ (بلوغ الارب ج۳، ص۳۷)۔

(۶۵) وصیلہ کی بھی مختلف تعریفیں ہیں (بلوغ الارب ج۳، ص۱۳۷)

(۶۶) بلوغ الارب، ج ۳، ص ۳۸۔

(۶۷) ایضاً، ج ۳، ص ۳۶۹، ۳۷۰، ۲۸۳، ۲۸۸،

(۶۸) بلوغ الارب، ج ۳، ص ۲۶۱،

(۶۹) ایضاً، ج ۳، ص ۲۶۱۔

(۷۰) بلوغ الارب، ج ۳، ص ۳۰۷۔

(۷۱) ایضاً، ج ۲، ص ۲۷۴، ۲۷۵،

(۷۲) مرتضٰی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس مطبوعہ مطبع خیریہ، مصر ۱۳۰۶ء ج ۲، ص ۲۷۲۔

(۷۳) سورۂ مومن آیت ۱۲۔

(۷۴) بلوغ الارب، ج ۲، ص ۲۳۵،

(۷۵) الازمنہ والامکنہ، ج ۱، ص ۱۷۸،

(۷۶) ایضاً، ج ۱، ص ۴۸۔

(۷۷) سورۂ الواقعہ آیت ۷۵،

(۷۸) ارض القرآن، ج ۲، ص ۲۰۳،

(۷۹) بلوغ الارب، ج ۲،

(۸۰) ارض القرآن ج ۲، ص ۲۲۷۔

(۸۱) زید بن عمرو حضرت عمرؓ کے برادر عم زاد اور مشہور صحابی حضرت سعیدؓ بن زید کے والد تھے انہوں نے بت پرستی سے توبہ کی، رسوم جاہلیت سے قطع تعلق کر لیا، دین ابراہیمی کی تلاش میں مکہ سے نکل کر عرب، جزیرہ، عراق و شام کے چکر کاٹے، راہبوں اور احبار سے اس کے اصول دریافت کئے مگر کچھ پتا نہ چلا آخر کار دمشق کے قریب مقام بلقاء کے راہب نے نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کی بشارت دی، زید بسرعت مکہ لوٹے مگر راستے میں شام کی سرحد کے قریب بنولخم نے انہیں قتل کر دیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''زید قیامت میں تنہا ایک امت کی حیثیت سے اٹھیں گے'' (ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۳۹، ۲۴۷)

(۸۲) بلوغ الارب، ج ۲، ص ۲۴۱۔

(۸۳) ابن حزم ظاہری، الفصل فی الملل والاہواء والنحل، مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۹۹۔

(۸۴) سورۂ توبہ، آیت ۳۰،

(۸۵) ارض القرآن، ج ۲، ص ۲۰۷، ۲۰۸۔

(۸۶) سورۂ مائدہ آیت ۱۱۶،

(۸۷) سورۂ مائدہ آیت ۷۲۔

(۸۸) سورۂ مائدہ، ۷۳۔

معاشرتی حالات:

(1) History of The Arabs P. 23

(۲) مثلاً سبعہ معلقہ کا پہلا، دوسرا تیسرا، چوتھا اور چھٹا قصیدہ وغیرہ۔

(۳) بلاذری، فتوح البلدان، ص ۲۷۵، مطبوعہ تجاریہ کبریٰ مصر ۱۹۵۹ء،

(۴) سیوطی، حسن المحاضرہ، ۲، ۲۵۵، مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ء،

(5) History of the Arabs P. 24

(۶) ابوتمام طائی، الحماسہ مطبوعہ جمالیہ مصر، ۱۹۱۶ء، ۱، ۱۹ (سموال بن عادیہ کا یہ شعر و ما احمدت نار لنا دون طارق والا ذمنا فی النازلین نزیل)

(۷) ایضاً ۱: ۲۷ Nicholson. A Literaty History of The Arabs 1969 P. 89

ابوالقد اء ا، ۱۷ والجاخط، المحاسن والاضداد مطبوعہ تجاریہ کبری، ۱۹۳۲ء، ص ۵۳ و بابعد۔

(۸) المحاسن والاضداد، ص ۵۴ و ۵۵ والکامل لابن اثیر، ۱، ۲۸۵۔ ۲۹۱

(9) A Literary History of the Arabe P. 109-110

(10) History of the Arabs P. 28

(۱۱) History of the Arabs P.95 واحمد امین، فجر الاسلام، مطبوعہ النہضۃ المصریہ ۱۹۶۵ء، ص ۵۷۔

(۱۲) تاریخ التمدن الاسلامی، ج ۳، ص ۳۴، ۳۶۔

(۱۳) حسن ابراہیم حسن، تاریخ الاسلام السیاسی، ۱، ۵۴، مطبوعہ النہضۃ المصریہ ۱۹۵۷ء، امام بخاری الصحیح، ۲، ۳، ۵۷، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ

(۱۴) حماسہ، ۱، ۴۸، ۵۰۔

(۱۵) مثلاً واقعہ برج بن مسہر الکائی دور حماسہ، ۱، ۲۱۰، و ۲۱۱،

(۱۶) تاریخ الاسلام السیاسی، ۱، ۵۵، ابن ہشام، ۱، ۱۶۰، ۱۶۱۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی، ۴، ۲۸۳، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء۔

(۱۷) تاریخ الاسلام السیاسی، ۱: ۶۴، ۶۵، سیرت النبی ۴، ۲، المعارف ص ۱۱۲، ۱۱۳ حماسہ ۱، ۶۹۔

(۱۸) تاریخ التمدن الاسلامی، ۴، ۲۳ و مابعد۔

(۱۹) محمد حسین ہیکل، حیات محمد (ترجمہ اردو ابو یحییٰ امام خان نوشہروی) مطبوعہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۵۵ء ص ۲۳۷، و مابعد وارض القرآن، ۲، ۹۸، ۹۹، ۱۰۳، وسیرۃ النبی ۱، ۲۵۸، ۲۶۰۔

(۶) قبائل عرب کی نسلی تقسیم:

(۱) ماخوذ از ابن ہشام ا،۵۔۱۲،ابن سعد ا،۵۵،بلاذری،ا،۱۲،۸۰، المعارف،۲۹ تا ۳۱۔سہیلی ا،۵ تا ۱۳،طبری ۲،۲۱۸،۲۶۳،ابن اثیر ۲،۱۸،۲۱۔

(۲) ماخوذ از ابن ہشام،ا،۱۳ و بعد،سہیلی ا،۱۳،و بعد،المعارف،۴۶۔۵۰،

(۷)شہر مکہ اور قریش

(۱) (القرآن،سورۂ ابرہیم،آیت ۲۷)

(۲) (القرآن،سورۂ الانعام،آیت ۹۲)

(۳) (القرآن،سورۂ التین،آیت ۳)

(۴) حماسہ،ا،۳۴۔

(۵) سورۂ فتح،آیت ۲۴،

(۶) آل عمران،۹۶

(۷) حتی، History of theArabs. P P 103- 106

(۸) ابن کثیر البدایہ والنہایہ،مطبوعہ القدر وسیہ لاہور،۱۴۰۴۔۲،۱۸۴،۱۸۶،ارض القرآن،ا،۱۳۱

(۹) حتی،۱۰۳،۱۰۶۔History of theArabs. P P.103- 106،ارض القرآن،ا،۸۱،۸۲،

(۱۰) حتی بحوالۂ سابق،القرآن،سورۂ ابراہیم آیت ۳۷،ارض القرآن ۲،۱۳۷ و ۱۳۸،

(۱۱) حوالے کے لئے ''معاشی حالات'' دیکھئے۔

(۱۲) حوالے کے لئے ''مذہبی حالات'' سے رجوع کیجئے۔

(۱۳) ابن کثیر ۲،۱۹۸،۲۰۵۔

(۱۴) ابن ہشام،ا،۵،بعد۔ابن سعد،ا،۵۵،بعد۔بلاذری،ا،۳۹ بعد۔طبری،۲،۲۳۹ بعد۔ابن قتیبہ،المعارف، ۱۳،۳۴۔ابن کثیر ۲،۲۰۰ بعد۔

(۱۵) سورۂ قریش،

(۱۶) ارض القرآن،ا،۱۰۹،۱۲۱۔ابن کثیر ۲،۲۰۵،۱۱۰،عہد نبویؐ میں نظام حکم رانی،۷ ابعد۔

(۱۷) ابن ہشام،ا،۱۲۲۔۱۲۴،۱۳۰۔۱۳۷ و ابن سعد،ا،۶۶۔۷۳

(۱۸) عہد نبوی میں نظام حکمرانی،۲۶،

(۱۹) عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی،۳۲،۳۵۔ارض القرآن ۲،۱۱۷،۱۱۸۔

(۲۰ تا ۲۴) عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۳۲،۶۹۔